ذات بے ثبات
نبیلہ عزیز
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com

ذاتِ بے ثبات

دل کی ویرانی کا یہ عالم تھا کہ پورا عالم ہی ویران اور اجاڑ نظر آرہا تھا جدھر بھی نظر دوڑاتی کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا اور دکھائی دیتا بھی کیوں اس دنیا کو برباد تو اس نے خود کیا تھا۔

ایک جیتے جاگتے دل کو اجاڑا تھا، تباہ کیا تھا اور وہ تباہ ہو گیا تھا اجڑ گیا تھا اب اس ویرانی پر ملال کیسا؟ اب پچھتانے سے کیا حاصل؟ اب تو سب کچھ راکھ ہو چکا تھا لیکن شاید وہ پچھتا بھی نہیں رہی تھی اور اسے ملال بھی نہیں تھا وہ تو بس بے حس بنی بیٹھی تھی اس کا وجود مردہ ہو چکا تھا بالکل سرد پانی جیسا ہر چیز سے عاری بالکل سپاٹ۔

گھر میں چند افراد کو اس کی اس کیفیت پر حیرانی ہوئی تھی لیکن ظاہر نہیں کیا تھا البتہ ایک بھرجائی تھیں جنہیں کوئی حیرانگی نہیں تھی بلکہ وہ جانتی تھیں کہ وہ کیوں ساکت جھیل کی مانند ہو چکی ہے وہ کیوں برف بن گئی ہے اور کیوں دنیا سے ہی نہیں اپنے آپ سے بھی کٹ گئی ہے انہیں معلوم تھا اس منجمد جھیل کے ٹھہرے پانیوں میں کوئی کنکر گرے گا تو ہی وہ منتشر ہو گی تب ہی اس کی ذات میں اضطراب اترے گا یہ برف تب ہی پگھلے گی جب اس پہ درد کا سورج دہکے گا اور آج ایسا ہو گیا تھا۔

بہت دنوں سے ایک ہی کیفیت ایک ہی حالت میں بیٹھے بیٹھے وہ پتھر کی ہو چکی تھی جب بھرجائی اسے زبردستی سہارا دے کر نیچے لے آئیں، سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کے قدم لڑکھڑائے۔ بھرجائی نے اسے مزید مضبوطی سے تھام کر گرنے سے بچا لیا مگر ڈرائنگ روم تک آتے آتے اس کی حالت غیر ہونے لگی تھی وہ اُن سے بازو چھڑا کر باتھ روم کی سمت لپکی اس کی ابکائیوں کی آواز باہر تک آرہی تھی گل جانی نے بھرجائی کو اور بھرجائی نے گل جانی کو جن نظروں سے دیکھا ان کا مفہوم بہت خوش آئند تھا تھوڑی دیر بعد وہ بمشکل ڈرائنگ روم تک آئی اور صوفہ کم بیڈ پہ نڈھال ہو کے گر گئی اس کی پیشانی پہ پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔

''ارے بچہ ٹھیک تو ہے؟'' گل جانی تسبیح کو بوسہ دے کر اٹھیں اور اس کے قریب آگئیں لیکن وہ کچھ بھی دیکھنے اور سننے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اور ہاتھوں کی لرزش بھی واضح محسوس ہو رہی تھی۔

''ارے دیکھو یہ تو ٹھنڈی ہو رہی ہے۔'' گل جانی نے اسے ہاتھ لگایا۔ تب تک وہ ہوش سے بیگانہ ہو چکی تھی ان سب کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے گھبرا کر مردان خانے میں فون کھڑکا دیا تھوڑی دیر بعد زریاب آفریدی ڈاکٹر کو بلا چکے تھے اور جو خوشخبری سننے کو ملی اس سے پوری حویلی میں زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی لیکن اس جھیل کے ٹھہرے پانیوں میں اضطراب کا پتھر پڑ گیا تھا اس کی لہریں منتشر ہو گئی تھیں وہ اس خوشخبری پر کسی لاوے کی طرح پھٹ پڑی تھی اس کا جمود ٹوٹ گیا تھا۔

''یہ کیسے ہوسکتا ہے......اب، اب اِس کی کس کو ضرورت ہے؟ اب کیا بچا ہے اس کے لئے؟ میں نے کیا چھوڑا ہے اس کے لئے، باپ تو پہلے ہی چھین چکی ہوں اور کیا دوں گی اس کو؟ کیا رہ گیا ہے اس کے لئے ایک قاتل ماں؟'' وہ یکدم چلا اٹھی تھی سب ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔

''دیکھو بیٹا اس میں تمہارا قصور......''

''بھرجائی میرا ہی تو قصور ہے میں ہی تو قاتل ہوں، میں نے ہی تو قتل کیا ہے۔ میں نے مارا ہے اسے، میں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا بھرجائی میں نے خود مار دیا اسے قتل کر ڈالا اسے۔'' وہ چیخ چیخ کر رو رہی تھی وہ تڑپ رہی تھی اتنے عرصے بعد برف پگھلی تو غم کی آگ دہک اٹھی تھی اور اسے قابو کرنا اختیار سے باہر لگ رہا تھا۔

''پتر اسے کمرے میں لے جا اور کچھ کھلا دے ڈاکٹر کہہ رہی تھی اس کی یہ حالت بھوک کی وجہ سے ہوئی ہے۔'' گل جانی کافی متفکر تھیں، بھرجائی کو ہدایت دینے لگیں جبکہ وہ ان کے بہلاوے اور باتوں میں آنے والی نہیں تھی، تڑپ تڑپ کے روتے ہوئے وہ نڈھال ہوگئی تھی لیکن بھرجائی اسے سنبھالنے کی حتی الامکان کوشش کر رہی تھیں۔ انہیں تو بہت دنوں سے ہی اندازہ تھا کہ جب یہ آتش فشاں پھٹے گا تو بہت تباہی ہوگی وہ پاگلوں کی طرح ان کے ہاتھوں سے نکلی جا رہی تھی بھرجائی اسے سنبھالتے ہوئے ہانپنے لگیں۔ ان کا سانس پھول گیا تھا۔ گھر کے باقی افراد بھی چپ ہو کے رہ گئے تھے۔ اس کی حالت حقیقتاً اختیار سے باہر تھی۔

❁......❁......❁

''رجب آفریدی آج کل حبہ الٰہی میں انٹرسٹڈ ہے۔'' یہ وہ جملہ تھا جس نے آفاق بدر کو چونکا کے رکھ دیا تھا اور وہ حیران پریشان اس جملے کی تصدیق کے لئے سیدھا رجب آفریدی کے سامنے پہنچ گیا تھا۔

''کیا یہ سچ ہے؟'' اس نے روبرو آ کر پوچھا تو رجب نے اسے سرتاپا دیکھا اور اس کے تاثرات نوٹ کیے۔

''تم کیوں پوچھ رہے ہو؟'' رجب کے ماتھے پہ خفگی بھری سلوٹیں نمودار ہوئیں۔

''جو میں پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ کیا تم سچ مچ حبہ الٰہی میں دلچسپی لے رہے ہو؟'' آفاق حتمی لہجے میں بولا۔

میں سچ مچ اسے پسند کرنے لگا ہوں میں محض دل لگی کے لئے اسے پسند نہیں کر رہا مجھے لگتا ہے اس پسند کے پیچھے کوئی اور جذبہ پرورش پا رہا ہے۔'' رجب اپنی تمام خفگی جھٹک کے انتہائی سنجیدگی اختیار کر چکا تھا۔

''رجب پلیز یہ تم کیا کر رہے ہو؟'' آفاق جھنجھلا گیا۔ ''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' رجب سیدھا ہو کے بیٹھ گیا۔

''میرا مطلب واضح ہے کہ تم غلط کر رہے ہو اور غلطی کے بعد معافی کسی کسی کا مقدر بنتی ہے۔'' آفاق کی الٹی سیدھی باتوں سے رجب الجھ رہا تھا۔ اس نے استفہامیہ نظریں اس پہ مرکوز کر دیں۔

''دیکھو رجب آج تک تم نے ہزاروں لڑکیوں سے دوستی کی، دل بہلایا اور چھوڑ دیا اگرچہ مجھے یہ سب کبھی بھی پسند نہیں تھا لیکن میں نے کبھی بھی مداخلت نہیں کی تمہیں روکنے ٹوکنے کی کوشش نہیں کی لیکن اس دفعہ تم نے غیر موزوں لڑکی کا انتخاب کیا ہے......''

''وہ کیسے؟'' رجب نے مختصراً پوچھا۔

''وہ ایسے کہ تم اپنے خاندان کے لاڈلے چشم و چراغ ہو اور جاگیردار اور اپر کلاس سے تعلق رکھتے ہو جو چاہو کر سکتے ہو تم مرد ہو۔لیکن اس کے برعکس وہ مڈل کلاس سے تعلق رکھنے والی شریف خاندان کی ایک سادہ سی لڑکی ہے مجبوریوں اور عزت کی چادر میں لپٹی ہوئی اور سب سے بڑی بات کہ وہ عورت ذات ہے وہ اسکینڈلائز ہو جائے گی۔اور وہ یہ سب افورڈ نہیں کر پائے گی لوگوں کی انگلیاں تمہارا تو کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی لیکن اس پہ بہت اثر ہوگا اس لئے میں چاہتا ہوں تم اپنی پسند کو لگام دو، یوں سرعام تشہیر مت کرو۔''

آفاق حبہ الٰہی سے کوئی تعلق کوئی بات چیت نہ ہونے کے باوجود بھی اس کو تھوڑا بہت سمجھتا تھا کیونکہ پوری یونیورسٹی میں واحد لڑکی تھی جو دو سال گزر جانے کے بعد بھی پہلے روز جیسی سادہ، لئے دیئے انداز میں رہنے والی تھی، جہاں بھی کسی نے اس کی طرف پیش قدمی کی اُس نے بُری طرح جھٹک دیا تھا بلکہ اپنے تیکھے لب ولہجے سے سامنے والے کو گھبرانے پہ مجبور کر دیتی تھی اس کے محتاط رویے کو مدنظر رکھتے ہوئے آفاق کو رجب آفریدی کی پسندیدگی فضول اور کسی حد تک نقصان دہ لگی تھی۔وہ اسے سمجھا بجھا کر اس حرکت سے باز رکھنا چاہتا تھا۔

''یار میں کب تشہیر کر رہا ہوں، خود مجھے بھی اپنی فیلنگز کا ٹھیک سے اندازہ نہیں ہو پا رہا تم خواہ مخواہ فکرمند ہو رہے ہو۔''

''میں خواہ مخواہ فکر نہیں کر رہا تم خود سوچو، اگر میں یہ سوال لے کر تمہارے سامنے آیا ہوں تو مجھے بھی تو کسی سے ہی معلوم ہوا ہے گویا اس بات کو کافی لوگ جانتے ہیں کہ رجب آفریدی آج کل حبہ الٰہی میں انٹرسٹڈ ہے۔''

آفاق کی بات سچ تھی رجب کو خاموش ہونا پڑا پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''اوکے آئندہ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔'' ''میں کنٹرول کرنے کی کوشش کروں گا۔'' اس نے کرسی کی بیک پہ ہتھیلیاں جماتے ہوئے کہا۔

''تھینکس یار! اس میں تمہارا بھی بھلا ہے اور حبہ الٰہی کا بھی، جو شاید گھر سے صرف اور صرف پڑھنے کا عہد کر کے نکلی ہے۔'' آفاق بھی کھڑا ہو گیا۔

❁......❁......❁

نجانے کیا بات تھی کہ وہ آفاق کی باتوں پہ اس کی ہدایتوں پہ صرف دو دن عمل کر سکا تھا اس سے زیادہ کنٹرول کی گنجائش ہی نہیں تھی اس کی نگاہیں بے تابانہ اسے دیکھتی تھیں اور اس دیکھنے میں اتنے پُراثر جذبات ہوتے کہ آس پاس کے لوگ بھی محسوس کیے بنا نہیں رہتے تھے اس وقت بھی وہ اکیلی سیڑھیوں پہ بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھی اور وہ ستون سے ٹیک لگائے کھڑا ہر احساس سے بیگانہ اسے دیکھنے میں محو تھا۔

''کیوں جناب آج کل ادھر نظر کرم ہے؟'' پاس سے گزرتی عروج اسے دیکھ کر تھم گئی اور اس کی نگاہوں کے مرکز کو دیکھ کر معنی خیزی کا اظہار کیا۔

''میں تو بس......''

''جناب پوری یونیورسٹی کی لڑکیاں آپ کی آنکھوں پہ فدا ہوتی ہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ حبہ الٰہی کو دیکھیں اور داستان رقم نہ ہو اور ہاں جہاں تک میرا خیال ہے کہ اس وقت آپ کی آنکھیں داستان بیان کر رہی ہیں، بے شک آئینہ دیکھ لیں۔''

وہ شرارت سے کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی اور رجب اپنے آپ کو سرزنش کرتا وہاں سے ہٹ گیا۔ عروج اس کے دوست فرہاد کاشمیری کی منگیتر تھی اس لئے کبھی کبھار ہیلو ہائے کی وجہ سے ان میں تھوڑی بہت بے تکلفی بھی تھی۔

''مل گئی تسکین؟'' وہ کینٹین کی طرف آیا جہاں آفاق اکیلا بیٹھا کولڈ ڈرنک سامنے رکھے غصے کا شکار لگ رہا تھا۔

''کیسی تسکین؟'' وہ کرسی گھسیٹ کر آفاق کے مقابل بیٹھ گیا اور ٹیبل بجا کر لڑکے کو کولڈ ڈرنک لانے کا اشارہ دیا۔

''جوجبہ الٰہی کی دید سے حاصل ہوئی ہے۔'' اس کا طنزیہ لہجہ رجب کو فوراً محسوس ہو گیا۔

''ان فیکٹ آفاق......''

''پلیز رجب کوئی بھی بہانہ مت بناؤ خود کو لگام ڈالو، کیونکہ ہمیشہ بے لگام چیز ٹھوکر کھا کے گرتی ہے۔''

''تو میں کیا کروں میں ایسا جان بوجھ کے نہیں کر رہا میں وہاں سے گزر رہا تھا اسے دیکھ کر آگے نہیں بڑھ سکا، میں نے اسے دو روز بعد دیکھا تھا اس لئے شاید......'' بے بسی سے کہتے ہوئے اس نے سر جھکا لیا۔ کینٹین بوائے کولڈ ڈرنک رکھ کے جا چکا تھا۔

''ایک بات سن لو رجب آفریدی، میں تمہارا تا حشر دوست رہوں گا ضرورت پڑی تو تمہارے لئے جان بھی دینے سے گریز نہیں کروں گا، لیکن فقط اس معاملے میں، میں کبھی بھی تمہارا ساتھی نہیں بن سکتا۔''

آفاق نے دو ٹوک کہہ دیا اور اٹھ کر چلا گیا تھا جب کہ رجب عجیب سی کشمکش کا شکار ہوتا جا رہا تھا

❁......❁......❁

''امی! بابا کی طبیعت کیسی ہے؟'' وہ یونیورسٹی کے لئے تیار ہو رہی تھی جب امی کمرے میں داخل ہوئیں۔

''ڈاکٹر نے میڈیسن لکھ کے دی ہیں کہتے ہیں۔ بخار کے بعد کمزوری اور نقاہت ہو گئی ہے اچھی غذا، فروٹ اور میڈیسن لیں گے تو بہتر ہو جائیں گے۔''

''لائیں واپسی پہ میں میڈیسن لے آؤں گی۔'' اس نے سکارف کو گرہ لگا کر فوراً دوائیوں کا نسخہ لینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

لیکن بیٹا تمہیں دیر ہو جائے گی اور تم جانتی ہو تمہارے بابا کا مزاج کیسا ہو چکا ہے ذرا سی دیر سویر بھی برداشت نہیں کرتے۔'' ان کے انداز میں تامل دیکھ کر جبہ رک گئی تھی، پھر کچھ سوچ کر خود ہی نسخہ تھام لیا۔

''میں یونیورسٹی سے چند منٹ پہلے نکل آؤں گی اور سٹور سے میڈیسن لے کر گھر آ جاؤں گی آپ فکر مت کریں۔'' نسخہ بیگ میں رکھ کر زپ بند کی دوپٹے کو سیفٹی پن سے جکڑا اور باہر نکل آئی۔

''چلیں آپی؟'' رابیہ اور ہانیہ بھی کچن سے نمودار ہو چکی تھیں پھر آگے پیچھے دہلیز عبور کرتے ہوئے ماں کو اللہ حافظ کہا تھا۔

''فی امان اللہ!'' انہوں نے بھی آہستگی سے کہہ کے دروازہ بند کر لیا تھا۔ وہ تینوں بہنیں روزانہ صبح اکٹھی ہی گھر سے نکلتی تھیں۔ البتہ بس سٹاپ تک آ کر ان کے راستے جدا ہو جاتے تھے۔ وہ دونوں میٹرک کی سٹوڈنٹ تھیں اور سکول جاتی تھیں ان کا سکول بس سٹاپ سے محض چند قدم

''ٹھیک ہوں۔''اس کا لہجہ بھرایا ہوا تھا اور پلکیں بھی جھکی ہوئی تھیں۔

''آپ کا نام و پتہ پوچھ سکتا ہوں؟''اس نے کہا ہی تھا کہ اس لڑکی کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ وہ تڑپ تڑپ کر رو ئی تھی۔

◈......◈......◈

''ہیلو!''وہ سر جھکائے کچھ لکھنے میں مصروف تھی جب بھاری مردانہ آواز پہ اس کا قلم رک گیا سر اٹھا کے دیکھا۔ رجب آفریدی اس کی ٹیبل کے قریب کھڑا غالباً اس سے ہی مخاطب تھا کیونکہ اور تو کوئی تھا بھی نہیں۔''

''جی فرمایئے......؟''ناگواری لہجے سے ظاہر تھی۔

''مجھے بانو قدسیہ کا ناول چاہئے غالباً آپ کے پاس ہے۔''رجب آفریدی بات کرنے کے لئے بہت مشکل سے بہانہ ڈھونڈ کر لایا تھا اور یہ اس کے دل کی بے بسی کا سب سے بڑا ثبوت تھا کہ اب اسے بہانوں کی ضرورت پڑنے لگی تھی۔

''لیکن وہ تو شہوار......''

''جی ہاں، وہ شہوار درانی کا ناول ہے اسی نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے ان فیکٹ اس ناول سے ایک اقتباس نوٹ کرنا ہے، بہت جلد آپ کو واپس مل جائے گا۔''

''لیکن وہ ناول میں گھر چھوڑ آئی ہوں اس لئے اس وقت تو ممکن نہیں آپ لائبریری سے رجوع کر لیں۔''وہ کہہ کے سر جھکا کے دوبارہ لکھنے میں مصروف ہو چکی تھی اس کے لکھنے کی رفتار بہت تیز تھی وہ اس کے ہاتھ اور پین کو دیکھنے لگا جو اس کے لئے بہت خاص اور منفرد تھے۔

''آپ کل وہ ناول لے آیئے گا، میں کل لے لوں گا۔''اس نے ٹیبل بجا کر تاکید کی اور پلٹ کے چلا گیا۔

''ایک ذرا سے حادثے نے اس لڑکی کو میرے لئے کتنا اہم اور عزیز بنا دیا ہے۔''وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے کافی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا، جب سامنے سے آتے آفاق بدر پہ نظر گئی۔

''آفاق!''اس نے آفاق کو اپنے دھیان میں کوریڈور میں مڑتے دیکھ کر فوراً پکار لیا اور قدموں کی رفتار تیز کر دی۔

''کہاں جا رہے ہو؟''اس نے قریب آ کر استفسار کیا۔

''یار کلاس اٹینڈ کرنے اور کہاں؟''آفاق کو رجب کی کھوئی کھوئی کیفیت پہ حیرت ہوئی جو کلاس روم کے سامنے کھڑا ہو کر پوچھ رہا تھا کہ کہاں جا رہے ہو؟

''اوہ ہاں کلاس......''اس نے سر جھٹکا پھر دونوں ہی اندر داخل ہو گئے۔

''تمہاری مما کیسی ہیں طبیعت کچھ بہتر ہوئی یا نہیں؟''

رجب انتہائی شرافت، سنجیدگی اور توجہ سے پوچھ رہا تھا۔ اسے آفاق کی مما سے خود بھی بہت لگاؤ تھا اپنی ماں کی کمی کا احساس تو کبھی نہیں ہوا تھا لیکن آفاق کی مما کو دیکھ کر احساس ہوتا کہ مائیں سچ مچ بہت پیاری ہوتی ہیں خود چاہے کتنی ہی بے بس ہو جائیں اولاد کا حوصلہ نہیں گرنے دیتیں۔

دور تھا اور حبہ یونیورسٹی جاتی تھی اس لئے اسے وین کا سہارا لینا پڑتا تھا۔

''اوکے آپی، اللہ حافظ!'' دونوں ہاتھ ہلاتی ہوئی چلی گئیں اور وہ وین کا انتظار کرنے لگی۔ دس منٹ بعد اس کی مطلوبہ وین بھی آ چکی تھی۔ وہ جلدی سے سوار ہو گئی۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''ہیلو کون ہو تم، اور یہاں کیوں کھڑی ہو؟'' گاڑی کا لاک کھولتے کھولتے اس کا ہاتھ رک گیا۔ وہ اپنی گاڑی کی اوٹ میں کھڑی اس مشکوک سی لڑکی کو دیکھ کر چونک گیا تھا اور وہ لڑکی اسے دیکھ کر بوکھلا گئی تھی اسی بوکھلاہٹ میں دو قدم پیچھے ہٹی تو نجانے کس چیز سے ٹکرا کر لڑکھڑا سی گئی اس نے سہارے کیلئے دوبارہ اس کی گاڑی کو تھام لیا۔

''میں کیا پوچھ رہا ہوں، کون ہو تم؟'' وہ گھوم کر اس کی طرف آ رہا تھا جب وہ ایک چیخ کے ساتھ لہرا کر زمین پہ آ رہی۔ اس کے قدم جم کے رہ گئے۔ اب کی بار وہ بوکھلا چکا تھا اس نے چند سیکنڈ ٹھہر کر آگے پیچھے دیکھا دور دور تک کوئی بھی نہیں تھا۔ ساری گہما گہمی اندر تھی باہر تو ہر طرف سناٹا ہی تھا۔

''اے...... ہیلو۔'' اس نے ہمت کر کے قریب آ کر اس لڑکی کو پکارا۔ لیکن وہ تو سچ مچ ہوش و خرد سے بیگانہ تھی۔ گاڑی سے پانی کی بوتل نکال کر اس کے چہرے پہ چھینٹے مارے مگر اس کا وجود حرکت نہیں کر رہا تھا اور وہ گاڑی بھی نہیں نکال سکتا تھا کہ وہاں سے بھاگ ہی جاتا، مجبوراً اسے گاڑی میں ڈال کر ہسپتال کا رخ کرنا پڑا۔ ہسپتال کی روشنیوں میں آ کر اس نے اس لڑکی کو بغور دیکھا۔ الجھے بکھرے بال، ملگجے کپڑے، ننگے پیر اور چہرے پر کھنڈی زردی یوں لگ رہا تھا جیسے وہ مشکلوں اور مصیبتوں کے شکنجے سے فرار ہو کر بھاگی ہے اس کی حالت کافی ابتر تھی۔ وہ اس کی ٹریٹمنٹ تک راہداری میں ٹہلتا رہا تھا۔

''سر یہ میڈیسن لے آئیں۔'' نرس نے باہر نکل کر اسے لسٹ تھمائی جس پہ انجکشن، ڈرپ اور چند مختلف دوائیاں درج تھیں۔ وہ فوراً لینے کے لئے چلا گیا۔ دوائیاں خاصی مہنگی تھیں لیکن اسے کوئی پروا نہیں تھی البتہ وہ اس لڑکی کے بارے میں خاصا پر تجسس ہو چکا تھا، جس نے بقول ڈاکٹر کے شاید کافی دنوں سے کھانا نہیں کھایا تھا اور بھوک کی وجہ سے وہ اس قدر کمزوری اور نقاہت کو پہنچ چکی تھی اور اسی بات نے اسے بے حد متجسس کر رکھا تھا اس چکر میں اسے گھر سے دیر ہو رہی تھی۔

''انہیں کب تک ہوش آئے گا؟'' اس نے ڈاکٹر سے دریافت کیا۔

''کل صبح تک ہوش آ جائے گا وہ کافی زیادہ ذہنی ٹینشن کا شکار ہیں لیکن صبح تک بہتر ہو جائیں گی۔'' ڈاکٹر نے اسے تسلی دی اور تھوڑی دیر بعد کچھ سوچ بچار کے ساتھ فیصلہ کیا کہ وہ اس لڑکی کو ڈاکٹر کی ذمہ داری پہ چھوڑ کے گھر چلا جائے۔ وہ اپنا نام و پتہ درج کروا کے گھر چلا گیا۔

صبح وہ ہسپتال پہنچا تو وہ لڑکی ہوش و حواس میں بیڈ پہ تکیوں کے سہارے ٹیک لگائے بیٹھی تھی اور نرس اسے سوپ پلا رہی تھی۔

''گڈ مارننگ!'' اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا وہ لڑکی چونک گئی اور اسے دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی۔ نرس چلی گئی۔

''کیسی ہیں آپ؟'' وہ یوں پوچھ رہا تھا جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔

''پہلے سے بہتر ہیں۔ مما بھی تمہیں بلا رہی تھیں۔''

''سوری یار! مجھے حقیقتاً اتنے دنوں سے تمہاری طرف چکر لگانے کا خیال نہیں آیا میں آج شام کو ہی آؤں گا اور انشاءاللہ مسئلہ بھی ڈسکس ہو جائے گا۔'' وہ دونوں گفتگو میں محو تھے جب پروفیسر زیدی اندر داخل ہوئے، تب ان کے سارے مسئلے ملتوی ہو گئے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''آپ وہ ناول لے آئیں؟'' دوسرے روز وہ دوبارہ اس کے سامنے تھا۔

''جی وہ شہوار کے پاس ہے۔'' اس نے دور بیٹھی شہوار کی سمت اشارہ کیا اور آگے بڑھ گئی۔ رجب اس کی پشت کو دیکھتا رہ گیا تھا گویا اس نے ناول خود رجب آفریدی کو دینا مناسب نہیں سمجھا تھا اس لئے آتے ہی شہوار کو تھما دیا تھا۔ اس وقت رجب آفریدی کو اس کے تیکھے پن کا شدت سے احساس ہوا تھا لیکن نجانے کیا بات تھی کہ اس کے باوجود بھی اسے حبہ الٰہی پہ غصہ نہیں آیا تھا اور نہ وہ مزاجاً غصے کا تیز تھا ذرا سی بات پہ بھی اکھڑ جاتا تھا مگر یہ حبہ الٰہی ہی تھی جو مسلسل اسے نظر انداز کرنے کے ساتھ ساتھ ڈس ہارٹ بھی کیے جا رہی تھی۔

''کیا ہوا معاملہ اختیار سے باہر ہے کیا؟'' فرہاد کاشمیری اچانک کہیں سے نمودار ہو کر اس کے سامنے آ گیا تھا۔

''معاملہ نہیں یار میں خود اختیار سے نکل چکا ہوں۔'' دونوں ساتھ چلتے لان میں آ گئے۔

''اتنی بے بسی کیوں؟'' فرہاد کافی شوخ طبیعت کا مالک تھا اور اس کی منگیتر عروج بھی تقریباً اس جیسا ہی مزاج رکھتی تھی دونوں کی دلچسپ نوک جھونک اور دوسروں کو چھیڑنے کی عادت بھی چلتی رہتی تھی۔

''اس کیوں کا پتہ چل جائے تو سارا مسئلہ ہی حل ہو جائے میرے یار۔'' رجب نے اس کے کندھے پہ ہاتھ مار کے کہا اور فرہاد نے اسے سرتاپا گہری نظروں سے دیکھا۔

''اس کیوں کا پتہ مجھے معلوم ہے۔'' اس کے لہجے میں یقین تھا۔ رجب نے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

''جب ایک انسان کی زندگی میں بے بسی اور بے اختیاری کی راہ بھی شامل ہو جائے تو سمجھ لو کہ وہ راہ اس انسان کو اس منزل کی طرف لے کر جا رہی ہے جس پہ صرف اور صرف اس کے محبوب کا نام لکھا ہوتا ہے تم بھی شاید اسی راہ پر چل نکلے ہو اور تمہاری منزل پہ حبہ الٰہی لکھا ہے کیونکہ عمارت تو محبت کے جزیرے پہ کھڑی ہے البتہ اس عمارت کی مالکہ حبہ الٰہی ہے لیکن ابھی شاید تمہیں اندازہ نہیں کہ یہ منزل یہ عمارت حبہ الٰہی کے نام ہو چکی ہے مگر میرے یار یہی حقیقت ہے کہ تمہیں حبہ الٰہی سے محبت ہو چکی ہے اس لئے تو اس کے معاملے میں بے اختیار کھڑا ہے۔'' فرہاد نے اسے سمجھایا تھا اور محبت کے نام پہ رجب تو جیسے حیرت سے گنگ رہ گیا تھا۔ پھر فرہاد تو چلا گیا لیکن اس کے لئے سوچوں کے در وا کر گیا تھا اس نے اپنے دل کے اگلے پچھلے کھاتے کھول لئے تھے۔ ایک ایک کاغذ دیکھا شاید کسی اور کا نام لکھا ہو مگر وہ تو سارے صفحے کورے تھے، صرف ایک کاغذ نظر آیا جس پہ درج تھا...... ''حبہ الٰہی''

''دینو بابا......دینو بابا'' گاڑی سے اترنے کے بعد پہلی پکار دینو بابا کی پڑی۔

''جی سائیں حکم؟'' دینو بابا سارے کام چھوڑ چھاڑ کے بھاگے بھاگے آئے تھے۔

''رجب کہاں ہے؟'' انہوں نے ذرا سختی اور تشویش سے پوچھا رات کے ساڑھے گیارہ کا وقت ہو رہا تھا، لیکن اس کی گاڑی غائب تھی۔

''سائیں یار باش (یار دوست) آئے تھے ساتھ لے گئے ورنہ چھوٹے سائیں تو انکار ہی کر رہے تھے۔''

''پہلے بھی جاتا ہو گا؟'' ان کا انداز دیکھ کر دینو بابا گڑ بڑا گئے۔

''نا سائیں پہلے تو نو دس بجے آ جاتے تھے۔'' دینو بابا کو جھوٹ بولتے ہوئے تھوڑا ڈر تو لگا، لیکن اس خیال سے جھوٹ بولنا ہی پڑا کہ مبادا ان کا غصہ چھوٹے سائیں پہ نہ اترے۔ چند سیکنڈ وہ چپ رہے پھر سر ہلا کر قدم اندر کی جانب بڑھا دیے۔ دینو بابا بھی ان کے پیچھے ہو لیے۔ زریاب آفریدی کبھی کبھار ہی شہر کی رہائش گاہ پہ چھاپہ مارتے تھے لیکن ہمیشہ رجب آفریدی اس چھاپے سے پہلے ہی سنبھل جاتا تھا کیونکہ اس چھاپے کی خبر اسے بھر جائی پہلے ہی دے دیتی تھیں۔ لیکن آج نجانے بھر جائی کو کہاں دیر ہو گئی تھی کہ وہ بے خبر گھوم رہا تھا۔''

''تم سناؤ دینو بابا، مائی رشیداں ٹھیک ہے نا اور تیرے کمالے (بیٹے) کا کیا حال ہے؟'' زریاب آفریدی صوفے پر براجمان ہوتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

''سائیں اللہ کا بڑا کرم ہے سب ٹھیک ہیں۔ کمالا بیمار ہو گیا تھا چھوٹے سائیں خود ساتھ گئے رات بھر ہسپتال میں رہے علاج کروایا۔ ڈاکٹر کو انگریزی میں ہدایت بھی دیتے رہے اور ڈاکٹر نے بڑا خیال رکھا ہمارا۔''

دینو بابا خوشی خوشی بتا رہے تھے۔ زریاب آفریدی بے ساختہ مسکرا دیے۔

''یعنی وہ تم لوگوں کی ٹھیک ٹھاک کیئر کرتا ہے بس ہمارے سامنے لاپرواہ بنتا ہے۔''

''سائیں ابھی ان کی عمر ہی کیا ہے اور یہی تو عمر ہوتی ہے من مرضی کرنے کی۔'' دینو بابا نے رجب آفریدی کی حمایت کی، پھر رشیداں نے ان کے لئے کافی بنائی اور دونوں میاں بیوی اپنے کوارٹر میں چلے گئے۔ زریاب آفریدی ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کر کے نیوز سننے لگے۔ نیوز وہ محض اس کے انتظار میں سن رہے تھے رفتہ رفتہ وقت ساڑھے گیارہ سے ایک بجے تک جا پہنچا۔ اب وال کلاک کی سمت دیکھتے ہوئے انہیں بے حد تشویش ہونے لگی تھی۔ اپنا موبائل اٹھا کر اس کے نمبر پر لیس کیے دوسری طرف رسپانس ہی نہیں تھا وہ جھنجلا گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ ان کا غصہ مزید تیز ہوتا باہر گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ رجب اپنی الجھن میں گم اپنے ہی دھیان میں گاڑی سے اتر کر اندر آ گیا۔ زریاب آفریدی کی گاڑی بھی نہیں دیکھ پایا تھا۔ لیکن زینہ طے کرتے ہوئے قدم ٹھٹک گئے لاؤنج سے ٹی وی کی آواز سنائی دے رہی تھی اور روشنی بھی نظر آ رہی تھی۔

''لالہ سائیں آپ؟'' لاؤنج میں قدم رکھتے ہی وہ گڑ بڑا گیا۔

''کیوں ہم نہیں آ سکتے؟''

''نن نہیں میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔'' ان سے بغل گیر ہوتے ہوئے وہ اندر سے پریشان بھی ہو چکا تھا۔

''بیٹھو۔'' وہ اسے صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کر رہے تھے اور پھر دونوں ہی بیٹھ گئے۔

''کھانا کھایا آپ نے؟''

''ہاں کھانا تو ہم کھا چکے ہیں، تم سناؤ یونیورسٹی کے کیا حالات ہیں اور آج کل گھر سے باہر رہنے کا شوق کہاں سے چرایا ہے؟'' وہ اب تفتیش شروع کر چکے تھے رجب کو اندازہ تھا اسی لئے اپنے آپ کو پہلے سے ہی تیار کر رہا تھا۔

''گھر سے باہر رہنے کا کیا سوال لالہ سائیں ان فیکٹ آج ایک دوست نے جاب ملنے کی خوشی میں ڈنر پر انوائٹ کیا ہوا تھا تمام دوست موجود تھے اس لئے دیر ہو گئی۔'' اس نے کافی سنجیدگی اور متانت سے جواب دیا جس پہ زریاب آفریدی فوراً ٹھٹک گئے، رجب نے کبھی بھی اتنی متانت سے انہیں جواب نہیں دیا تھا ہمیشہ ٹال مٹول سے کام لے کر غائب ہو جاتا تھا اور وہ چھوٹا سمجھ کر نظر انداز کر دیتے اور کبھی کبھی تو اسے ڈانٹنا بھول کر ہنسنے لگتے تھے۔

''کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟'' انہوں نے فکر مندی سے اس کا ہاتھ چھوا۔

''جی میں بالکل ٹھیک ہوں گل جانی اور بھرجائی کیسی ہیں؟'' وہ ان کا دھیان بٹانا چاہتا تھا کافی دیر دونوں بھائی باتیں کرتے رہے آخر رجب نے ہی اٹھنے کا ارادہ ظاہر کیا اور کھڑا ہو گیا تب رات کے تین بج رہے تھے...... ''رجب بیٹھو یہاں۔'' انہوں نے کچھ اس انداز سے کہا کہ وہ دوبارہ بیٹھ گیا۔

''جی کیا بات ہے؟''

''کیا چھپا رہے ہو ہم سے؟ کسی چیز کی ضرورت ہے یا پھر کوئی اور پریشانی ہے تو بتاؤ۔'' وہ مکمل اس کی طرف متوجہ تھے۔

''نہیں لالہ سائیں میں کچھ نہیں چھپا رہا نہ ہی مجھے کسی چیز کی ضرورت ہے آپ جانتے ہیں ضرورت ہوئی تو آپ کے سوا بھلا کس سے کہوں گا۔''

''لیکن پھر بھی کوئی تو بات ایسی ہے جو تم ہم سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو......'' ان کا مشاہدہ بالکل درست تھا مگر رجب ماننے کو تیار ہی نہیں تھا۔ انہوں نے کریدنے کی کوشش کی مگر ناکام ہی رہے اور یونہی متفکر سے دوسرے روز واپس حویلی چلے گئے۔

پتا پتا، بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے

جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

حبہ نے سر اٹھا کر دیکھا لڑکیوں کا گروپ با آواز بلند یہ شعر پڑھ رہا تھا حبہ کے دیکھنے پہ زبردست معنی خیز قہقہہ پڑا اس گروپ میں عروج بخاری بھی موجود تھی جس کو حبہ شروع سے ہی ناپسند کرتی تھی۔

''یار لیلیٰ کو خبر ہی نہیں اور مجنوں درخت کے ساتھ درخت ہوا جا رہا ہے۔'' کسی لڑکی نے کہا۔

''ارے ہو جائے گی خبر بھی پھر لیلیٰ بھی کہے گی ''کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو۔'' عروج باقاعدہ گنگنا کر کہہ رہی تھی۔حبہ کی چھٹی حس الارم دے رہی تھی کہ موضوع گفتگو اس کی ذات ہے اسی لئے وہ بار بار اسے دیکھ کر فقرے کس رہی تھیں۔

''ارے کہاں وہ زمانے کہ رجب آفریدی کی آنکھوں پہ زمانہ مرتا تھا اور کہاں یہ زمانہ کہ رجب آفریدی کسی پر مرمٹا۔'' کسی نے آہ بھری۔

حبہ کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا اور الجھن کا شکار ہو رہی تھی۔رجب آفریدی کا نام حیرت اور ناسمجھی کا باعث بن رہا تھا لیکن چند دنوں بعد ہی شہوار درانی نے اس کی الجھن کو واضح کر دیا تھا۔

''ہاں حبہ میں نے بھی یہی محسوس کیا ہے رجب تم میں انٹرسٹ لے رہا ہے اور تمہاری وجہ سے وہ کوئی بھی پیش رفت نہیں کر رہا کیونکہ اسے اندازہ ہے تمہیں یہ سب پسند نہیں۔'' شہوار کے منہ سے یہ سب سن کر حبہ کو شاک لگا تھا اور شدید غصہ بھی آیا کہ اس کی ذات بغیر انوالو ہوئے بھی لوگوں کی باتوں اور مذاق کا نشانہ بنی ہوئی ہے اور اسے معلوم ہی نہیں۔وہ تلملاتی ہوئی سیدھی اس کی کلاس میں جا پہنچی جہاں وہ اپنے دوستوں کے ساتھ موجود تھا۔

''مسٹر آفریدی میں آپ کو اتنا گھٹیا ہرگز نہیں سمجھتی تھی جتنا آپ نے بن کے دکھایا ہے۔'' وہ اس کے سر پہ کھڑی جیسے پھٹ پڑی تھی اور رجب کے تاثرات بھی یک لخت بدل گئے تھے۔

''مس حبہ الٰہی آپ۔''

''شٹ اپ! میں یہاں آپ کی گھٹیا بکواس سننے نہیں آئی، بلکہ صرف اتنا بتانے آئی ہوں کہ آئندہ میرا نام آپ کے ساتھ آیا تو اچھا نہیں ہو گا۔'' اس نے عروج سمیت سب کی طرف دیکھا۔

''اور ہاں اپنی اس جاگیرداری اور پرکشش پرسنالٹی کا رعب ایرے غیرے لوگوں کے لئے سنبھال کے رکھیئے یقیناً کام آئے گا میری طرف دیکھنے کی بھی کوشش کی تو بہت برا ہو گا۔''

''حبہ! یہ کیا کر رہی ہو پاگل ہو گئی ہو؟'' شہوار تیزی سے کلاس روم میں داخل ہوئی اور حبہ کا بازو پکڑ کر کھینچا۔وہ کھڑے کھڑے رجب آفریدی کو بے عزت کر چکی تھی۔

''چھوڑ دو میرا بازو، میں دیکھوں تو سہی یہ مرد ذات سمجھتے کیا ہیں اپنے آپ کو، جب چاہا جس کو چاہا رسوا کر دیا، بدنامی کا ٹیکا لگا دیا اور خود آزاد پھرتے رہے.....'' وہ اس وقت بری طرح بپھر چکی تھی۔اس نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو بھی چھڑا لیا تھا۔رجب آفریدی نے چونک کر اس کے اس قدر شدید ردعمل کو دیکھا۔

''اتنا یاد رکھو رجب آفریدی اگر تمہاری وجہ سے میں رسوا ہوئی تو تمہیں چوک میں کھڑا کر کے تمہارا وہ حال کروں گی کہ دنیا دیکھے گی۔'' وہ نخوت اور نفرت سے کہتی واپس پلٹ گئی، رجب جوں کا توں کھڑا رہ گیا تھا آفاق، فرہاد، مدثر سب دیکھتے رہ گئے، کچھ بھی کہنے کے لئے کسی کے پاس الفاظ نہیں تھے کیونکہ وہ سب ہی رجب کے جذبات کو سمجھتے تھے انہیں یقین تھا کہ رجب اس سے محبت کر بیٹھا ہے اور اس معاملے میں وہ بھلا کیا کہہ سکتے تھے۔پوری کلاس دم سادھے بیٹھی تھی۔حبہ الٰہی نے رجب آفریدی کی ہتک اور تذلیل کرنے میں انتہا کر ڈالی تھی وہ خود حیران تھا کہ اچانک ہوا کیا

ہے؟ سب سے پہلے کلاس روم سے آفاق بدر نے واک آؤٹ کیا تھا جس پہ رجب اور بھی پریشان ہوا۔

"محبت کا مفہوم جانتے ہو؟" انتہائی بے مروت اور تیکھے لہجے میں طنزیہ استفسار کیا گیا تھا۔ رجب کو سامنے والے کی کم عقلی پہ ہنسی آئی تھی اور حیرت بھی ہوئی۔

"جواب دو میں کیا پوچھ رہا ہوں؟ محبت کا مفہوم جانتے ہو؟ آفاق مزید تلخ ہوا تو رجب بھی چڑ گیا۔

"مفہوم جانتا ہوں تب ہی تو اس طرح ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا ہوں ورنہ ایک لڑکی رجب آفریدی کی انسلٹ کر کے چلی جاتی اور زندہ بھی رہتی۔"

"اپنی انسلٹ کا کتنا خیال ہے کہ تم کسی کو زندہ ہی نہیں چھوڑ سکتے تھے کسی دوسرے کی انسلٹ کا بھی خیال کر لینا چاہیے، میں نے تمہیں بارہا سمجھایا تھا کہ یوں کسی کو اسکینڈلائز کروانے سے پہلے سوچ لو کیونکہ وہ ان لڑکیوں جیسی ہرگز نہیں جن سے تمہارا واسطہ پڑتا رہا ہے۔"

"لیکن آفاق میری غلطی ہی کیا ہے میں نے کب اسے سکینڈلائز کرنے کی کوشش کی ہے؟" رجب جھنجھلا گیا۔

"میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ جب یونیورسٹی میں ہمہ وقت تم اسی کو مرکز نگاہ بنائے رکھو گے تو یقیناً باتیں ہوں گی۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ اس پہ اتنی توجہ دینا چھوڑ دو ورنہ معاملہ بگڑ بھی سکتا ہے اور آج وہی ہوا جس سے بچنے کے لئے میں کہتا تھا۔" آفاق سچ مچ غصے میں تھا رجب کا اپنا دماغ کام کرنا چھوڑ چکا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"اب بتاؤ کیا کرنا چاہیے؟" اس نے بے حد آہستگی سے کہا۔

"تمہیں اس سے معافی مانگ لینی چاہیے۔"

"کیا؟" آفاق کے الفاظ سے اسے گہرا جھٹکا لگا جیسے اس نے معافی کا نہیں کسی کو قتل کرنے کا کہہ دیا ہو۔

"کیوں تم معافی نہیں مانگ سکتے؟" آفاق نے کافی گہری نظروں سے اسے سرتاپا جانچا۔

"آفاق تم پاگل ہو گئے ہو اتنے لوگوں میں انسلٹ میری ہوئی ہے اور معافی بھی میں ہی مانگوں کہیں دماغ تو نہیں چل گیا تمہارا۔" رجب آفریدی معافی کے لفظ پہ جیسے دیوانہ ہی تو ہو گیا تھا۔

"جب تم معافی نہیں مانگ سکتے تو محبت کو تم کیا جانو گے محبت میں کبھی بھی میں نہیں رہتا سب کچھ تم ہو جاتا ہے اگر محبت میں کچھ پانے کے متمنی ہو تو پہلے اپنی ذات کو بے ثبات کرو جس روز تمہاری اپنی ذات تمہارے لئے بے ثبات ہو گئی اور اس روز محبت تمہیں مکمل کر دے گی کیونکہ محبت میں "میں اور تو" کا فرق نہیں ہوتا جس روز اس مقام کو پا لو گے اس روز محبت خود تمہارے قدم چومے گی، آگے تمہاری مرضی کہ تمہیں معافی مانگنی ہے یا نہیں۔"

آفاق چلا گیا لیکن رجب آفریدی اس بات کے اثر میں جکڑا بے حس و حرکت بیٹھا کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں تھا، بالکل جامد بیٹھا تھا۔

رجب آفریدی کا تعلق پشاور سے تھا۔آفریدی حویلی کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔وہ صرف دو ماہ کا تھا جب ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ماں اور باپ کے سائے سے محروم ہو گیا تھا۔زمان آفریدی ماں باپ کے اکلوتے چشم و چراغ تھے،دو بہنیں تھیں جن کو اپنے اکلوتے بھائی سے بے پناہ پیار تھا انہوں نے بہت ارمانوں سے بھائی کی شادی کی،زمان آفریدی کے صرف دو بیٹے تھے زریاب آفریدی اور رجب آفریدی،گل جانی کے دل میں بہت زیادہ پوتے پوتیوں کا شوق تھا وہ اپنے بیٹے زمان آفریدی اور پوتوں پہ جان چھڑکتی تھیں لیکن ایک روز شادی کے فنکشن سے واپسی پہ ان کی گاڑی ایک ٹرالر سے ٹکرا گئی اور وہ دونوں......موقع پہ جاں بحق ہو گئے تھے۔آفریدی حویلی میں کہرام مچ گیا تھا۔

زریاب آفریدی بھی ماں باپ کی موت سے جیسے تنہا صحرا میں آن کھڑے ہوئے تھے لیکن دو ماہ کا رجب تو ہر دکھ ہر غم سے انجان تھا اسے کیا خبر تھی کہ قدرت نے اس سے کیا کچھ چھین لیا ہے۔ماں کی آغوش ہی نہیں باپ کا سایہ بھی اٹھ گیا تھا اور یہ زریاب آفریدی ہی تھے جنہوں نے اتنے غم کے باوجود رجب آفریدی پہ دھیان دیا اور اسے اپنی بانہوں میں چھپا لیا تھا۔اپنے غم سے سنبھلنے کے بعد رفتہ رفتہ گل جانی کو خبر ہوئی کہ سب سے زیادہ نقصان تو رجب کا ہوا ہے جس نے ابھی اماں کہنا بھی نہیں سیکھا اور باپ سے کوئی لاڈ نہیں اٹھوایا تھا یہی سوچ کر ان کے دل میں دوبارہ سے غم کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا اور رجب کو اپنی ہتھیلی کا پھپھولا بنا لیا،ہر سرد و گرم سے یوں بچا کے رکھتیں جیسے وہ موم کا بنا ہو۔

جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھنے تک آفریدی حویلی میں رجب کے لئے بہنوں سی چاہنے والی بھرجائی بھی آ چکی تھیں یوں رجب کے لئے باپ کا مفہوم بھائی،ماں کا مفہوم گل جانی اور بہن کا مفہوم بھرجائی تھا اس نے آج تک ان رشتوں کی موجودگی میں کوئی کمی محسوس نہیں کی تھی نہ ہی ماں باپ کے لئے دل گرفتہ ہو کر انہیں پریشان کیا تھا،وہ اپنی زندگی سے پوری طرح سے مطمئن تھا ہمیشہ من مانی کی،جو چاہا وہ حاصل کیا تھا تعلیم کے لئے بھی کوئی روک ٹوک نہ تھی۔

زریاب آفریدی نے اسلام آباد کے مہنگے ترین ایریا میں رہائش کے لئے بنگلہ خرید کر دیا گاڑی،بینک بیلنس اور ملازم سب کچھ ہمہ وقت اس کے لئے تیار اور الرٹ رہتے تھے۔یونیورسٹی میں بھی کئی رنگینیاں انجوائے کی تھیں۔لیکن ایک روز یونیورسٹی سے فل اسپیڈ سے گاڑی نکال کر روڈ پہ آتے ہوئے اچانک گاڑی اس کے اختیار سے باہر ہو گئی تھی اور سیدھی ایک درخت سے ٹکرا گئی۔بس اسٹاپ تک پیدل جاتی حبہ الٰہی اس دھماکے سے چیخ اٹھی تھی۔وہ بھاگتی ہوئی گاڑی کے پاس آئی۔

"بچاؤ......پلیز بچاؤ......"وہ یکدم چلانے لگی۔ڈور کھولا اور رجب آفریدی کو ہراساں نظروں سے دیکھا وہ اس کا یونیورسٹی فیلو تھا البتہ دونوں کے ڈیپارٹمنٹ مختلف تھے اس کے ماتھے سے بہتا خون اور نیم بے ہوش حالت اسے بدحواس کر رہی تھی اس نے بیگ سے اپنا دوپٹہ نکال کر اس کے ماتھے پہ باندھا اور پھر بھاگتی ہوئی روڈ پہ آئی اتفاقاً آفاق،فرہاد،مدثر اور دوسرے دوست بھی اپنی گاڑیوں میں نکل رہے تھے۔

"پلیز وہ......وہ رجب آفریدی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"حبہ کا بدحواس لہجہ اور انداز انہیں چونکا گئے جب ان کی گاڑیاں ہسپتال کے لئے روانہ ہوئیں وہ وہیں کھڑی رہ گئی تھی دل میں اس غیر اور اجنبی کے لئے زندگی کی دعا کرتی ڈھیلے ڈھالے قدموں سے چلتی واپسی کے لئے مڑ گئی لیکن گھر دیر سے آنے پہ اسے بابا کی کافی صلواتیں سننا پڑی تھیں۔

رجب آفریدی کو ہوش میں آنے کے بعد سب سے پہلے اس لڑکی کا خیال آیا جو اس کے لئے بدحواس ہو رہی تھی اسی نے اسٹیرنگ سے ہٹا کر سیدھا کیا تھا اسے اس کی دھندلی دھندلی صورت یاد تھی اور بعد میں پتہ چلا کہ وہ حبہ الٰہی تھی۔ ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر آیا تو گل جانی اور بھرجائی کی فکر اور بھاگ دوڑ جاری ہو گئی تھی، زریاب آفریدی بھی آج کل شہر والے بنگلے پہ موجود تھے...... اور یونیورسٹی آتے ہی رجب نے سب سے پہلے حبہ الٰہی سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور آفاق بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔

''ہیلو! مس حبہ الٰہی کہاں ملیں گی؟'' آفاق نے شہوار درانی کو کلاس روم سے نکلتے دیکھ کر مخاطب کر لیا۔

''اندر کلاس روم میں ہی ہے۔'' شہوار انہیں الجھن آمیز نگاہوں سے دیکھتی آگے بڑھ گئی۔

''ہیلو! کیسی ہیں آپ؟'' پہلے آفاق نے ہی اسے مخاطب کیا تھا۔ حبہ نے چونک کر سر اٹھایا اور رجب آفریدی کو صحت یاب دیکھ کر اندر ہی اندر خوش ہوئی کیونکہ چند روز قبل اس حادثے کی وجہ سے وہ اس کی زندگی سے مایوس ہو چکی تھی۔ رجب کی حالت ہی اتنی ابتر ہو چکی تھی کہ مایوسی تعجب آمیز بات نہیں تھی۔

''آئم فائن۔'' وہ کھڑی ہو گئی، چہرے کے گرد سیاہ اسکارف کا ہالہ بنا ہوا تھا سوٹ کی میچنگ چادر شانوں پہ پھیلائے وہ ان کے سامنے بہت اعتماد سے کھڑی تھی۔

''مس حبہ الٰہی! میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں، تھینک یو سوچ اس وقت میں آپ کی وجہ سے یہاں کھڑا ہوں اگر آپ بروقت میرے لئے بھاگ دوڑ نہ کرتیں تو شاید آج میرا ٹھکانہ کہیں اور ہوتا۔''

رجب بے حد متحمل لہجے میں ٹھہر ٹھہر کے بات کر رہا تھا نجانے کیا بات تھی حبہ کو دیکھ کر اسے عجیب سا احساس ہو رہا تھا ایسا احساس جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا جس کی لذت، بہت نئی بہت انوکھی نرالی لگ رہی تھی۔

''مسٹر رجب آفریدی! آپ اس وقت یہاں میری وجہ سے نہیں اس پاک ذات کی وجہ سے کھڑے ہیں، جس نے آپ کی عمر اتنی مختصر نہیں لکھی تھی کیونکہ اگر آپ کی عمر کا گوشوارہ ختم ہو چکا ہوتا تو میرے جیسی دس اور بھی آجاتیں تو آپ میرا نہیں اپنے رب تعالیٰ کا شکریہ ادا کیجئے، جس نے آپ کی عمر دراز لکھی ہے میری طرف سے آپ کو صحت یابی مبارک ہو۔'' وہ بہت نرمی اور نپے تلے انداز میں کہتی اپنی کتابیں سمیٹنے لگی تھی۔ رجب اس کی بات سن کر چند ثانیے کچھ کہہ نہیں پایا تھا۔

''ایکسکیوزمی!'' وہ معذرت کرتی وہاں سے چلی گئی تھی، رجب نے آفاق کو اور آفاق نے رجب کو بیک وقت دیکھا تھا۔ آج تک یونیورسٹی میں کسی نے یوں نظر انداز...... نہیں کیا تھا اور یہی سلوک رجب آفریدی کے دل پہ اثر انداز ہو گیا تھا وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف متوجہ ہوتا چلا گیا وہی حبہ الٰہی جو پہلے کبھی دکھائی ہی نہیں دیتی تھی اب ہر سو نظر آنے لگی۔ رجب آفریدی نے باقی لڑکیوں سے موازنہ کیا تو وہ سب سے منفرد سب سے الگ نظر آئی، آہستہ آہستہ اس کا دل مائل ہونے لگا۔

ان ہی دنوں آفاق اپنی ماں کو لے کر چیک اپ کے لئے کراچی گیا ہوا تھا واپسی پہ اسے لڑکے لڑکیوں کی سرگوشیوں سے اندازہ ہوا کہ

رجب کا آج کل کسی طرف رجحان ہے اس نے اسے سمجھانے کی کوشش بھی کی مگر وہ سمجھے سمجھانے کی حدود سے نکل چکا تھا وہ اپنے دل کو کسی بھی طرح سے روک نہیں پا رہا تھا۔ اس کے جذبات اس کے اختیار سے نکلتے جا رہے تھے اور اسی بے اختیاری کے ہاتھوں حبہ الٰہی کے لئے اس کے دل میں موجود جذبات عیاں ہونے لگے جس کا نتیجہ اسے حبہ الٰہی کے غصے اور نفرت کی صورت میں ملا تھا اور اب آفاق اسے معافی کا راستہ دکھا کر جا چکا تھا۔ وہ ہنوز ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا اپنے دل کی وادی کو اتھاہ گہرائیوں تک ٹٹول آیا تھا جس میں کسی بھی طرح کا غصہ نہیں تھا انا نہیں تھی اپنی تذلیل اپنی ہتک کی ذرا بھی پروا نہیں تھی نہ ہی وہ اس سے انتقام کا کوئی ارادہ رکھتا تھا، بس خاموشی سے بیٹھا سوچے جا رہا تھا۔

❁.....❁.....❁

''اتنی چپ رہتی ہو تھکتی نہیں ہو؟'' شہوار نے گھاس پہ اس کے قریب آلتی پالتی مار کے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''تم اتنا بولتی ہو تمہیں تھکن نہیں ہوتی؟'' حبہ نے گھاس کے تنکے نوچتے ہوئے جواباً شہوار کو لپیٹ میں لے لیا تو شہوار گھورنے لگی۔

''بولنے سے تھکن نہیں ہوتی، بھوک لگتی ہے اور جب بھوک لگتی ہے تو پیٹ بھر کے کھانا کھاتی ہوں اسی لئے صحت اچھی رہتی ہے اور اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بولنا صحت کے لئے اچھا ثابت ہوتا ہے۔''

شہوار نے انتہائی سکون سے وضاحت دی تو نہ چاہتے ہوئے بھی حبہ کے ہونٹوں پہ دھیمی سی مسکراہٹ کھیل گئی جبکہ کی سوائے شہوار کے کسی سے بھی بات چیت یا انڈرسٹینڈنگ نہیں تھی نہ ہی وہ زیادہ دوستوں کو پسند کرتی تھی ہاں شہوار کردار کے حوالے سے کافی محتاط لڑکی تھی اسی لئے دونوں کی نبھ رہی تھی اور شہوار ہی وہ واحد لڑکی تھی جو حبہ الٰہی کے گھریلو پرابلمز بھی جانتی تھی۔

''یعنی ہر چیز کے فائدے دیکھتی ہو؟''

''ہاں یار دیکھنا بھی چاہئے اب میں بغیر فائدے کے بولتی ہوئی اچھی لگوں گی؟'' شہوار نے کندھے اچکائے حبہ اس کے فریش بے فکر چہرے کو دیکھ کر نظر چرا گئی۔

ایسی ہی بے فکری کبھی ان کے چہروں کا خاصا ہوتی تھی لیکن حالات نے ان کو تفکرات کا نقاب بخش دیا تھا وہ اپنے ہی چہروں سے نظر چرانے لگی تھیں۔ انہیں اپنے ہی چہروں کی شگفتگی بھول چکی تھی۔

''کیا ہوا تم چپ کیوں ہو گئیں؟'' شہوار اس کی خاموشی نوٹ کر کے اس کا ہاتھ پکڑ چکی تھی۔ بس ایسے ہی کبھی کبھی احساس ہوتا ہے کہ ہمیں تو ہنسنے کھیلنے کا کوئی حق نہیں ہم کیوں ہنس رہی ہیں؟'' اس کا لہجہ شکستہ ہو رہا تھا۔

ارے پگلی ایسا نہیں سوچتے، ہر انسان کا ہر چیز پہ حق ہے بس کبھی کبھی کچھ دیر کے لئے کوئی چیز ہمیں اپنے لئے موزوں نہیں لگتی انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا اللہ بہتر کرے گا۔ بابا کی طبیعت کیسی ہے؟'' شہوار نے بہت اپنائیت سے اس کا ہاتھ تھپکا اور اسے سمجھانے کے لئے تسلی دی۔

''پہلے سے بہتر ہیں۔'' وہ مختصراً بتا کر چپ ہو گئی۔

''حبہ تمہیں اتنا دل گرفتہ نہیں ہونا چاہئے تم گھر میں رابعہ اور ہانیہ سے بڑی ہو اپنا حوصلہ بلند رکھو روحان بھائی کا فون وغیرہ آیا؟''

''نہیں میں نے دو مرتبہ رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ چھٹی پر ہیں اب پتہ نہیں وہ کہاں ہیں اور ہم سے رابطہ کیوں نہیں کر رہے، چند دنوں کے لئے آجاتے تو بابا کا موڈ بھی شاید بہتر ہو جاتا۔''

حبہ اس وقت بے حد دکھی ہو رہی تھی اور شہوار بہت خلوص اور محبت سے اسے تسلی دلاسہ دینے میں مصروف تھی۔

''ہو سکتا ہے انہیں کوئی کام پڑ گیا ہو یا پھر وہ واپس آنے کی تیاری میں ہوں۔''

''نہیں شہوار وہ کبھی بھی واپس نہیں آئیں گے ان کے دل میں ہمارے لئے نفرت بیٹھ چکی ہے۔ وہ ہمیں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے اور ......اور اس میں بھلا ان کا کیا قصور ہے ہمیں اس حال اس نوبت کو پہچانے والی ہماری بہن ہے، ہماری اپنی بہن جس نے ہم بہنوں کا خیال نہیں کیا باپ اور بھائی کی عزت کا خیال نہیں کیا ماں کی تربیت کی لاج نہیں رکھی سب روند ڈالا۔ عذاب میں جھونک دیا ہمیں......'' وہ کہتے کہتے رو پڑی تھی اور شہوار اسے خاموش کروانے لگی کہ یونیورسٹی کے بیچوں بیچ تماشا نہ بن جائے۔

❁......❁......❁

غفار الٰہی دیہاتی تھے لیکن اچھی تعلیم، سوچ اور ماں باپ کے تعاون سے وہ دیہاتی بن کے نہیں رہے تھے، انہوں نے شہر میں ملازمت کر لی وہ واپڈا کے محکمہ میں بہت اچھی پوسٹ پر تھے اور بہت خوش بھی تھے۔ ماں باپ نے اپنی پسند سے ان کی شادی کر دی اس پہ بھی انہیں کوئی اعتراض نہیں تھا۔ نوکری کے لئے شہر آئے تو بیوی، خدیجہ بیگم کو گاؤں ہی چھوڑ آئے تھے خدیجہ بیگم بھی ساس، سسر کے ساتھ رہتے ہوئے خوش اور مطمئن تھیں، لیکن جب روحان پیدا ہوا تو غفار الٰہی کے دل میں اس کی اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ پوسٹ کا خواب پہلے سے موجود تھا ایسے ہی خواب انہوں نے بیٹیوں کے حوالے سے بھی دیکھ رکھے تھے روحان کے بعد حبہ اور حبہ کے بعد ردا پیدا ہوئی اور پھر تین سال بعد رابیہ اور ہانیہ جڑواں پیدا ہوئی تھیں۔

رفتہ رفتہ بچے بڑے ہوئے تو غفار الٰہی کو اندازہ ہوا کہ ان کے خوابوں کی تکمیل گاؤں میں رہ کر ممکن نہیں ہوگی، اسی لئے خاندان کی مخالفت کے باوجود شہر آ گئے بچوں کو اچھے اداروں میں داخل کروایا اور خود دن رات محنت کرنے لگے انہیں بیٹے سے زیادہ بیٹیاں عزیز تھیں اور وہ ان کی تعلیم پہ بھی بھرپور توجہ دیتے تھے ان کے ناز نخرے اٹھاتے ہر خواہش پوری کرتے لیکن ساتھ ہی اپنی عزت کو سنبھالنے کی تاکید بھی کرتے رہتے۔ روحان اپنا ایم بی اے کلیئر کر چکا تھا اور ایک دو جگہ جاب کے لئے اپلائی بھی کر رکھا تھا حبہ سیکنڈ ایئر اور ردا فرسٹ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی۔ حبہ بھی روحان کی طرح ایم بی اے کا شوق رکھتی تھی اسی لئے اس کے اور ردا کے راستے جدا ہو گئے بی اے فائنل ایئر کا اسٹوڈنٹ انصر نیاز اس میں انٹرسٹ لے رہا تھا۔ اور ردا الٰہی جو بھی ابھی بچپن کی سیدھی سادی گلیوں سے نکل کر نوخیز جوانی کے گلستان میں داخل ہوئی تھی دیوانہ وار لپکتے اس بھنورے کو اپنا سب کچھ سمجھنے لگی تھی، بہت جلد انصر نیاز نے اسے اپنے شیشے میں اتار لیا تھا اس کا نوخیز حسن اسے دن رات بے چین کئے ہوئے تھا وہ اسے ہر صورت حاصل کرنا چاہتا تھا، محبت کے نام پہ کئی وعدے کئی عہد بھی ہو چکے تھے لیکن ابھی تک وہ اس کے ہاتھ نہیں آئی تھی۔ وہ اپنے باپ اور بھائی کی عزت سے ڈرتی تھی تب اسے بہلانے کے لئے انصر نیاز نے کورٹ میرج کا شوشا چھوڑا تب وہ سوچنے پہ مجبور ہو گئی تھی اور ایک روز سچ مچ نکاح کر کے وہ باپ کا گھر اور عزت روند کر چلی گئی۔

غفار الٰہی کو خبر نہ تھی کہ ان کی بیٹی انہیں گہرے پاتال میں بھی گرا سکتی ہے، وہ پہلے تو کئی روز جیسے ہر احساس سے مفلوج ہو کر رہ گئے تھے،

لیکن جب روحان کا جھکا سر نیچی نظریں دیکھ کر احساس ہوا کہ لوگ باہر کیا کیا باتیں کر رہے ہیں تب ان کے اندر کا زہر اُمڈنے لگا۔

''چلی جاؤ تم سب بھی چلی جاؤ...... بھاگ جاؤ تم سب بھی۔ دفع ہو جاؤ...... مر گئیں تم سب میرے لئے۔ مر گئیں تم سب......'' وہ چیخ چلا رہے تھے حبہ بھاگتے ہوئے روحان کے پاس گئی۔

''روحان بھائی دیکھیں نا بابا ہم پہ۔''

حبہ کے الفاظ اور روہانسا لہجہ پتھرا کے رہ گئے تھے۔ روحان بابا سے بھی زیادہ نفرت سے دیکھ رہا تھا۔

''دور ہو جاؤ میری نظروں سے...... میں تم لوگوں کو دیکھنا بھی نہیں چاہتا نفرت ہو گئی ہے تمہاری صورتوں سے چلی جاؤ کہیں، یہ نہ ہو کہ تیل چھڑک کے تم تینوں کو آگ لگا دوں۔'' روحان کے منہ سے بھی شعلے لپک رہے تھے۔ آنکھیں نفرت کے رنگ میں رنگی تھیں۔ حبہ تھپڑ سے زیادہ اپنے بھائی کی نفرت کا درد لئے الٹے قدموں چپ چاپ ساکت واپس لوٹ آئی۔

گھر کے در و دیوار بھی کاٹنے کو دوڑ رہے تھے۔ ایک خدیجہ بیگم تھیں اور وہ بھی گھر کا شیرازہ بکھر جانے سے بے جان ہو چکی تھیں، چند دن اسی طرح ہر طرف آگ دہکتی رہی۔ رابیہ اور ہانیہ نے الگ رو رو کر بُرا حال کر رکھا تھا البتہ حبہ خاموش ہو چکی تھی اسے ادراک ہو چکا تھا کہ ان کی زندگیاں کس حد تک غیر اہم، قابل نفرت اور تباہ ہو چکی ہیں۔ غفار الٰہی نے اس کے یونیورسٹی اور رابیہ ہانیہ کے سکول جانے پہ پابندی لگا دی، مگر خدیجہ بیگم نے احتجاج بلند کر دیا اور بہت مشکلوں سے انہیں پڑھنے کی اجازت دلوائی تھی حبہ اپنے باپ اور بھائی کا اعتماد بحال کرنا چاہتی تھی۔ روحان فرار کے طور پہ جاب کا بہانہ کر کے کراچی چلا گیا تھا اور آج تک واپس نہیں آیا تھا، کبھی کبھار گھر فون کر کے خیر خبر معلوم کر لیتا تھا حبہ اپنی کوششوں میں لگی تھی مگر غفار الٰہی تو جیسے دل کی جگہ پتھر رکھ چکے تھے جس سے ہر احساس ختم ہو چکا تھا اگر کبھی پانچ دس منٹ لیٹ ہو جاتیں تو ہزاروں طعنے سننا پڑتے تھے، ہزاروں نشتر سہنے پڑتے تھے اسی لئے وہ دامن بچا بچا کے چلتی تھی ایسے میں رجب آفریدی کی حرکتیں جلتی پہ تیل کا کام کر سکتی تھیں بلکہ کر چکی تھیں۔ حبہ نفرت کرنے لگی تھی ہر اس مرد سے جو محبت کے نام پہ لڑکیوں کو بہکاتا تھا اور ہر اس لڑکی سے جو اس بہکاوے میں آ کر ماں باپ اور بہن بھائیوں کی زندگی عذاب میں مبتلا کر دیتی ہے۔

❁......❁......❁

وہ یونیورسٹی سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتی بس سٹاپ پہنچنے تک نجانے کتنی بار اپنی نازک کلائی پہ بندھی رسٹ واچ دیکھ چکی تھی، سوئیاں اندھا دھند بھاگ رہی تھیں اس کی ہر ہر حرکت سے بے چینی اور عجلت ظاہر ہو رہی تھی چند سیکنڈ بعد گاڑی کے ٹائر چرچرائے۔

''آیئے میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' رجب آفریدی نے گاڑی کا فرنٹ ڈور یوں کھول دیا جیسے برسوں سے دونوں کے درمیان لفٹ لینے کا سلسلہ چلا آ رہا ہو اور حبہ الٰہی، رجب آفریدی کو دیکھ کر جیسے شعلوں میں گھر گئی تھی انتہائی حقارت بھری نگاہ ڈال کر دوسری سمت رُخ موڑ لیا۔

''حبہ! میں جانتا ہوں آپ کو مجھ پہ شدید غصہ ہے لیکن پلیز میرا یقین کریں میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس سے آپ کی عزت پہ کوئی حرف آتا، یہ سب اسٹوڈنٹس کی......''

''شٹ اپ...... جسٹ شٹ اپ! آپ کی وجہ سے جو ہو چکا سو ہو چکا اب آپ کے صفائی دینے سے کچھ نہیں ہو سکتا اور آئندہ پلیز میرے آس پاس نظر آنے کی کوشش مت کیجئے گا ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔'' حبہ اس معاملے میں آ کر اتنی کرخت ہو جاتی تھی کہ رجب آفریدی گنگ سا دیکھتا رہ جاتا کہ کیا کوئی لڑکی جو بظاہر بہت نرم و نازک اور کم عمر ہو اندر سے اتنی سخت بھی ہو سکتی ہے۔

''لیکن حبہ میں آپ سے......''

''اسٹاپ اِٹ پلیز آپ یہاں سے جا سکتے ہیں۔'' وہ یکدم پھنکار کے پلٹی تب تک اس کی مطلوبہ وین آ چکی تھی۔ رجب وہیں کھڑا رہ گیا۔ وہ چلی گئی تھی رجب کو اپنی منزل بہت مشکل نظر آ رہی تھی۔ حبہ الٰہی کی ذات تک پہنچنا ناممکن لگ رہا تھا لیکن دل کی خاطر یہ کام بھی آخر کرنا ہی تھا۔

❁......❁......❁

''آ گئی ہو، اڑا لئے گلچھرے؟ روند ڈالی میری عزت؟ کر لیا منہ کالا؟'' گھر میں قدم رکھتے ہی اس کے قدم لڑکھڑا گئے تھے۔ سامنے ہی غفار الٰہی کھڑے شعلے اُگل رہے تھے اسی منہ سے کبھی ان ہی بیٹیوں کے لئے پھول جھڑتے تھے، ذرا سی دیر ہونے پہ پریشان ہو کر دعائیں مانگنے لگتے تھے۔

''وہ...... بابا میں لائبریری میں کتابیں ایشو......''

''بکواس بند کر حرام خور! مجھے پاگل سمجھتی ہے میں اندھا ہوں تیری رنگ رلیاں نہیں دیکھ سکتا؟''

''بابا پلیز میرا یقین کریں، مجھے لائبریری میں دیر ہو گئی تھی اور میری وین بھی لیٹ پہنچی۔''

''وین لیٹ نہیں پہنچی تو لیٹ پہنچی کسی کے ساتھ گئی ہو گی، بتا کس کے ساتھ گئی تھی؟ بول چپ کیوں ہو گئی ہو؟ دیکھ لڑکی اگر تو نے بھی کسی کے ساتھ بھاگنا ہے تو تیرے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں مجھے بتا کر بھاگنا کم از کم اپنے سر میں مارنے کے لئے لوگوں کے جوتے تو اکٹھے کر لوں یا پھر اپنے اوپر خاک ڈالنے کے لئے تیار ہو جاؤں۔ دیکھ اللہ کے لئے مجھے بتا کر بھاگنا تجھے روکوں گا نہیں بالکل نہیں روکوں گا۔'' وہ سچ مچ ہاتھ جوڑ رہے تھے۔ حبہ ہچکیوں سے روتی ان کے قدموں میں بیٹھ گئی اور دونوں پاؤں پکڑ لئے۔

''بابا پلیز ہم پہ بھروسہ رکھیں...... میں کبھی ایسی نوبت نہیں آنے دوں گی آپ، آپ کی عزت سے بڑھ کے میرے لئے کچھ بھی نہیں آپ مجھ پہ اعتماد کریں، پلیز بابا میں آپ کو کبھی شرمندہ نہیں ہونے دوں گی...... آپ کا اعتماد ایک بیٹی نے توڑا ہے اور آپ کا اعتماد جوڑے گی بھی ایک بیٹی ہی صرف ایک بار مجھے پہلے جیسی حبہ سمجھ کر دیکھئے۔'' وہ ان کے پاؤں پکڑے روتی ہوئی ہچکیاں لے رہی تھی وہ یکدم سامنے سے ہٹ گئے اور نجانے کس چیز کو ٹھوکر مارتے بڑبڑاتے ہوئے گھر سے باہر چلے گئے۔

حبہ دو زانو جھکی ہوئی تھی لیکن وہ وہاں سے جا چکے تھے۔ انہوں نے اس کے آنسوؤں کو بھی قابل اعتنا نہیں جانا تھا وہ ان کی اس قدر بے رحمی اور بے اعتمادی پہ اور زیادہ تڑپ تڑپ کے روئی تھی اور خدیجہ بیگم کا کلیجہ مٹھی میں آ گیا تھا انہوں نے قریب آ کر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ ان سے لپٹ کر رونے لگی۔

گھر سے باہر بہادر نظر آنے والی حبہ الٰہی گھر کی چار دیواری میں دکھ اور بے اعتباری کے نشتر کھاتے ہوئے بے حد کمزور اور نڈھال ہو گئی تھی۔

اسے آج تک روحان کا مارا ہوا تھپڑ نہیں بھولا تھا۔ تھپڑ تو شاید وہ بھلا ہی دیتی لیکن تھپڑ کے ساتھ ملنے والی نفرت اور حقارت کو کیسے بھلاتی کیونکہ انسان نے ہمیشہ جن آنکھوں میں پیار اور محبت کے دیپ جلتے دیکھے ہوں ان آنکھوں میں نفرت اور غصے کے شعلے دیکھنا بہت اذیت ناک لگتا ہے اور حبہ نے بھی ایسی اذیت اٹھائی تھی اسی لئے اس میں شدت بڑھ گئی تھی۔

''میں کیا کروں امی؟ میں ایسا کیا کروں کہ بابا پہلے جیسے ہو جائیں وہ...... وہ اپنی نفرت کی دیواریں گرا ڈالیں بھول جائیں سب کچھ...... بھول جائیں کہ ان کی چار بیٹیاں تھیں۔'' وہ بلک بلک کے کہہ رہی تھی اور خدیجہ بیگم نے اپنے آنسو دوپٹے میں جذب کر لئے۔ بے بسی کا وہ مقام تھا کہ وہ اس بیٹی کو بھی بددعا نہیں دے سکتی تھی جو اپنی بہنوں کی زندگی عذاب کر گئی تھی اور نہ ہی شوہر سے کچھ کہہ سکتی تھیں جن کا اعتماد کرچی کرچی ہوا تھا اور اس سارے قصے میں عذاب تو حبہ، رابیہ اور ہانیہ جھیل رہی تھیں جن کو روز زہر میں بجھے تیر کھانا پڑتے تھے عذاب تو ان کی ممتا جھیل رہی تھی جس کا بیٹا ایک سال سے گھر نہیں آیا تھا پھر بھی صبر کیے بیٹھی تھیں اور رب تعالیٰ سے بھلائی اور بہتری کی دعا کر رہی تھیں۔

❁......❁......❁

''کیا ہوا کچھ پریشان لگتے ہو؟'' بھرجائی نے اس کے مضبوط شانے پہ ہاتھ رکھ کے انتہائی اپنائیت سے پوچھا وہ آج ہی ویک اینڈ پہ آفریدی حویلی آیا تھا لیکن سب کے درمیان ہوتے ہوئے بھی الجھا الجھا متفکر سا نظر آ رہا تھا۔

''آپ کا وہم ہے۔'' وہ بات کو مسکرا کر ٹالتے ہوئے اٹھنے لگا جب بھرجائی نے اسے ہاتھ پکڑ کر بیٹھے رہنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

''ماں بہنوں کے وہم بے بنیاد نہیں ہوتے تم کچھ چھپا رہے ہو تمہارے لالہ سائیں بھی تمہاری طرف سے بہت فکر مند ہیں کیا بات ہے بتاتے کیوں نہیں۔'' بھرجائی کے لہجے میں خفگی در آئی۔

''بھرجائی مجھے کیا پریشانی ہو سکتی ہے۔'' وہ بات کو مذاق کے رنگ میں بدلتے ہوئے ان کی سمت پلٹا۔

''تم کیا سمجھتے ہو مجھے معلوم نہیں؟'' انہوں نے رجب کے بالوں میں ہاتھ پھیرا وہ ان کی بات کا مفہوم سمجھ کر چپ ہو گیا۔

''بیٹے کبھی ماؤں سے چھپ نہیں سکتے، تم کیسے چھپ سکتے ہو تمہاری آنکھیں تمہارے دل کا آئینہ ہیں اور اس آئینے میں آج کل اس کا عکس ابھر رہا ہے جو تمہارے دل کی حکمران بن بیٹھی ہے، بولو کون ہے وہ۔''

بھرجائی تو سچ مچ اس کے دل میں جھانک رہی تھیں۔ رجب نے نظر جھکا لی۔

''رجب آخر تم کچھ کہتے کیوں نہیں؟ کیا معاملہ ہے کیوں اندر ہی اندر گھٹ رہے ہو؟''

''بھرجائی میرے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں، ہاں یہ سچ ہے کہ وہ میرے دل کی حکمران بن چکی ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے اور آپ جانتی ہیں جب حکمران رعایا سے نفرت کرنے لگے اس کا انجام تباہی و بربادی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، شاید میرا دل بھی تباہی کے دہانے پہ پہنچ چکا ہے۔''

''اللہ نہ کرے! کیسی منحوس بات منہ سے نکال رہے ہو......'' انہوں نے دل تھام لیا تھا۔

''تو اور کیا کروں بھرجائی، میں بے بس ہو چکا ہوں...... میرے سب اختیار ختم ہو چکے ہیں میں سچ کہہ رہا ہوں بھرجائی میں ہار چکا ہوں...... ہار چکا ہوں اس کے سامنے۔''

وہ کہتے کہتے انتہائی اضطراب کے عالم میں اپنے بالوں میں ہاتھ پھنسا چکا تھا۔حبہ کا رویہ دیکھ کر وہ اتنے دنوں سے سچ مچ بہت منتشر اور مضطرب سا رہنے لگا تھا اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ حبہ الٰہی کا دل اپنی طرف سے صاف کر کے اسے اپنے دل کا حال کیسے بتائے کہ وہ یقین بھی کر لے۔اسی اضطراب میں اٹھ کر چلا گیا لیکن اپنا موبائل صوفے پہ ہی بھول گیا تھا اور اس کی یہی بھول زریاب آفریدی کے ہاتھ لگ گئی وہ ابھی ابھی زمینوں سے لوٹے تھے اور ریلیکس ہونے کی غرض سے صوفے کی بیک سے پشت ٹکا کر بیٹھے تو اچانک ہی آس پاس موبائل کی رنگ سنائی دینے لگی۔انہوں نے آگے پیچھے دیکھا پھر کشن کے قریب رجب کا موبائل نظر آ گیا۔آفاق کا نام جگمگا رہا تھا۔

''ہیلو رجب تم بغیر بتائے گاؤں چلے گئے۔'' آفاق کے لہجے میں خفگی تھی۔

''تمہیں کافی ڈھونڈا لیکن تم ملے ہی نہیں۔'' زریاب آفریدی دلچسپی سے مسکراہٹ روک کر بولے۔

''کون؟ لالہ سائیں کیسے ہیں آپ؟'' آفاق فوراً سنبھل گیا۔

''اللہ کا شکر ہے تم سناؤ کیسے ہو، گاؤں ہی آ جاتے۔''

''دل تو چاہ رہا تھا لیکن ممی کی وجہ سے میرا گھر سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔'' آفاق کی مما بلڈ پریشر کی اور نفسیاتی مریضہ تھیں اسے ہمہ وقت اپنی مما کی دیکھ بھال کے لئے گھر رہنا پڑتا تھا۔

''اور سناؤ کیا کر رہے ہو آج کل؟'' زریاب آفریدی سنجیدہ ہو چکے تھے چند منٹ کی گفتگو کے بعد کال بند ہوئی اور وہ موبائل صوفے پہ دوبارہ رکھنے والے تھے جب نظر موبائل کی اسکرین سے ٹکرا گئی موبائل کی اسکرین وال پہ کسی لڑکی کی تصویر تھی اور اس تصویر سے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ نیچرل تصویر ہے اور اسی نیچرل پن کے احساس سے متجسس ہو کر انہوں نے پکچرز فائل اوپن کی اور اس پکچر کی ڈیٹیل نکالی۔

''حبہ آفریدی۔'' یکدم ان کو جھٹکا لگا تھا۔وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے انہوں نے اس تصویر کو دوبارہ، سہ بارہ دیکھا لیکن 'حبہ آفریدی' والی اُلجھن دور نہ ہوئی آخر کون تھی وہ لڑکی جو حبہ آفریدی بھی بن چکی تھی اور وہ ابھی تک لاعلم تھے۔کہیں رجب نے کسی سے شادی یا نکاح وغیرہ تو...... اس خیال کے آتے ہی ذہن میں ایک جھماکا ہوا تھا سوچ کی پرواز کہیں سے کہیں جا پہنچی اور وہ حیرت سے گنگ بس دیکھے جا رہے تھے۔

''پتر یہاں کیوں کھڑے ہو؟ زمینوں سے کب آئے؟'' گل جانی تسبیح کے دانے گراتی اندر داخل ہوئی تو زریاب آفریدی کو تنہا کھڑے دیکھ کر حیران ہوئیں۔انہوں نے خالی خالی نظروں سے گل جانی کو دیکھا تو گل جانی کوئی غیر معمولی بات محسوس کر کے ٹھٹک گئیں۔

''پتر خیر تو ہے؟'' دل ہول رہا تھا اسی لئے قدرے آہستگی سے استفسار کیا۔

''ہوں! ہاں...... جج...... جی خیریت ہے آپ بیٹھیں سب خیریت ہے ہم ابھی آتے ہیں آپ بیٹھیں۔'' وہ بے ربط سا بولتے ہوئے موبائل سمیت ڈرائنگ روم سے نکل گئے تھے، تھوڑی دیر بعد رجب اپنا موبائل ڈھونڈتا ہوا پورے ڈرائنگ روم کو الٹ پلٹ کر چکا تھا مگر موبائل نہیں مل رہا تھا۔

''جی لالہ سائیں آپ نے مجھے بلایا تھا؟ وہ گہری سوچ میں گم بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔ جب آفاق بدر کی آواز سن کر سوچ سے دامن چھڑا کر ہوش کی دنیا میں لوٹ آئے۔

''ہاں آؤ بیٹھو! کیسے ہو؟'' انہوں نے خود بھی صوفے کی سمت قدم بڑھاتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''جی ٹھیک ہوں سب خیریت تو ہے نا؟ رجب کہاں ہے؟'' وہ پورچ میں دیکھ چکا تھا کہ رجب کی گاڑی غائب ہے اسی لئے تشویش ہو رہی تھی۔

''سب خیریت ہے یا نہیں یہ تو تم بتاؤ گے البتہ رجب اس وقت گاؤں میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔'' ان کے مشکوک انداز اور مبہم باتوں سے آفاق اندر ہی اندر گھبرا رہا تھا کہ نجانے کیا مسئلہ ہو گیا ہے۔

''کیا بات ہے تم سوچ میں پڑ گئے ہو؟'' انہوں نے ہی اسے چونکایا۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں آپ کہیے میں سن رہا ہوں۔'' وہ اپنے حواس، تاثرات اور انداز نشست درست کرتے ہوئے پوری طرح سے متوجہ ہوا۔

''آفاق! اولاد بڑی ہو یا چھوٹی، ماں باپ سے اس کی حرکتیں ڈھکی چھپی نہیں رہتیں نہ بچپن میں نہ جوانی میں کیونکہ ماں باپ کے ہاتھوں کا لمس اور اولاد کی حرکتوں کے انداز ایک دوسرے میں رچے بسے ہوتے ہیں۔ میں نے دو ماہ کے رجب کو ان ہاتھوں سے پالا ہے، میرے لئے وہ ابھی بھی بچہ ہے لیکن حقیقتاً دیکھا جائے تو وہ بچہ نہیں رہا اور کوئی بھی مکمل مرد عورت کے وجود سے نظر نہیں چرا سکتا، وہ بھی نہیں چرا سکا۔ جب سے اس نے کالج، یونیورسٹی میں قدم رکھا ہے ہزاروں لڑکیوں سے تعلقات رکھ چکا ہے وہ سمجھتا ہے لالہ سائیں گاؤں میں ہوتے ہیں اس لئے کچھ نہیں جانتے، لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ اولاد سے اتنی آسانی سے بے نیاز نہیں ہوا جا سکتا مجھے معلوم تھا کہ وہ محض دل لگی کرتا ہے اس لئے کبھی ڈانٹ ڈپٹ کے اسے پریشان کرنے کی کوشش نہیں کی، لیکن اب معاملہ سنجیدہ ہے اس لئے ہم چپ نہیں رہ سکتے اور چاہتے ہیں کہ اس سے باز پرس کرنے سے پہلے تم سے جان لیں کہ سارا چکر کیا ہے اور یہ حبہ نامی لڑکی کون ہے؟'' انتہائی تحمل آمیز انداز میں بات کرتے کرتے جب انہوں نے سوال کیا تو آفاق بری طرح گڑبڑا گیا۔

''حبہ؟ کس حبہ کی بات کر رہے ہیں آپ؟''

''تم کس حبہ کو جانتے ہو؟''

''نن......نہیں لالہ سائیں میں کسی حبہ کو نہیں جانتا......'' آفاق کو معاملہ زیادہ سنگین محسوس ہوا تو بات سے انکاری ہو گیا۔

''دیکھو آفاق، تم ہمارے لئے رجب جیسے ہو ہم نے کبھی بھی تمہیں اس کا دوست نہیں سمجھا اسی لئے امید ہے کہ تم غلط بیانی سے کام لے کر چھپانے کی کوشش نہیں کرو گے سچ سچ بتاؤ حبہ کون ہے وہ حبہ جس کو اس نے حبہ آفریدی بنا لیا ہے۔''

''کیا حبہ آفریدی؟'' آفاق اچھل پڑا۔

''کیا اب بھی انکار کرو گے؟'' انہوں نے موبائل آن کر کے آفاق کے سامنے کیا تو آفاق حبہ الٰہی کی تصویر دیکھ کر نظر چرا گیا، یہ اس کے

چہرے کا سائیڈ پوز تھا، چہرہ واضح نہیں تھا اور نجانے اس نے یہ تصویر کیسے اور کب لی تھی لیکن جب بھی لی تھی اسے اندازہ تھا کہ بہت مشکل سے لی ہوگی۔

''بولو آفاق ہم سے کچھ بھی چھپانے کی ضرورت نہیں جو بھی بات ہے صاف صاف بتاؤ ہم آج شہر اسی لئے آئے ہیں کہ بات کی اصلیت معلوم ہو سکے۔'' آفاق کو علم ہو چکا تھا کہ اب کچھ بھی چھپانا بے سود ہے اسی لئے آہستہ آہستہ سب کچھ بتاتا چلا گیا اور وہ پوری توجہ سے سنتے رہے۔

''وہ لڑکی ہے کون اس کا بیک گراؤنڈ کیا ہے؟''

''لالہ سائیں! وہ مڈل کلاس سے تعلق رکھتی ہے اس کے والد صاحب شاید واپڈا کے شعبے سے وابستہ ہیں کافی اچھے اور شریف لوگ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ رجب کو پسند نہیں کرتی اور رجب یکطرفہ دیوانگی میں اس انتہا کو پہنچ چکا ہے کہ اسے حبہ الٰہی کی بجائے حبہ آفریدی لکھنے لگا ہے یہ جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ بھی اس کی دیوانگی کی ایک جھلک ہے ورنہ دوسری طرف ایسا کوئی بھی جذبہ دور دور تک دکھائی نہیں دیتا۔''

آفاق نے ہر مسئلہ سلجھا کر ان کے سامنے رکھ دیا تھا اور ان سے اجازت لے کر چلا گیا، لیکن وہ نجانے کہاں سے کہاں جا پہنچے تھے ان کی خیالات اور جذبات عجیب سی کشمکش کا شکار تھے۔

❂.......❂.......❂

انسان جذبات کے بھنور میں اُلجھ جائے تو اس سے نکلنا مشکل ترین مرحلہ بن جاتا ہے وہ بھی اپنے جذبات کے بھنور میں اُلجھ گیا تھا، کبھی اپنے آپ کو سرزنش کرنے لگتا، اپنے آپ کو باز رکھنے کی کوشش کرتا اور کبھی اپنے آپ کو سرپٹ دوڑتے ہوئے من مانی کر گزرنے پہ اکساتا تھا لیکن اسے یہ بھی احساس تھا کہ من مانی سے وہ اور بھی روٹھ جائے گی، مشتعل ہو جائے گی اور وہ اسے مشتعل نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے دل پہ جبر کئے رہتا لیکن اس کے دل سے کدورت نکالنے کی کوشش وہ اب بھی کرتا تھا گاؤں سے واپسی پہ وہ عہد کر کے آیا تھا کہ حبہ سے معافی مانگ کر ہمیشہ کے لئے اس سے نظر چرا لے گا بھول جائے گا کہ وہ اس کے آس پاس ہوتی ہے مگن ہو جائے گا۔ کسی اور دنیا میں۔ لیکن معاملہ یہاں بھی الٹ ہو گیا تھا تقدیر اس کی جلد بازی کو ایک اور امتحان میں مبتلا کر گئی تھی۔

اس روز بھی حبہ بس سٹاپ پہ کھڑی وین کا انتظار کر رہی تھی جب وہ گاڑی سے اُتر کر اس کے قریب آ گیا تھا۔

''حبہ! میں جانتا ہوں آپ کو میری بات سننا بھی گوارا نہیں لیکن پھر بھی ریکویسٹ کرتا ہوں کہ آپ میری بات صرف آخری دفعہ سن لیں۔''

وہ اس کے سامنے نظر جھکائے کھڑا تھا۔

''دیکھئے مسٹر رجب آفریدی! اس وقت میری وین آنے والی ہے پلیز آپ مجھے پریشان مت کریں چلے جائیں یہاں سے پلیز......'' وہ دبے لہجے میں بولتے ہوئے اپنا غصہ بھی دبا رہی تھی۔

''نہیں پلیز بلیوی! میں ایسا کچھ بھی نہیں چاہتا آپ کی عزت مجھے خود سے بھی زیادہ عزیز ہے لیکن اس روز جو کچھ آپ نے میرے کلاس روم میں آ کر کہا اور......''

''پلیز اسٹاپ اٹ مجھے کوئی بات نہیں سننی چلے جائیں یہاں سے ورنہ لوگوں کو اکٹھا کر لوں گی۔'' اس کے اس قدر سخت تیور اور جارحانہ

انداز سے اس کے حوصلے پست ہونے لگے تھے۔ وہ بے بسی سے دیکھنے لگا کہ اب کیا کرے۔

''حبہ! ایک بار آپ مجھے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع تو دیں۔''

''میں تم جیسے آدمی کو دیکھنا پسند نہیں کرتی تم چاہتے ہو کہ بات سنوں، ہونہہ۔''

وہ کہہ کر آگے بڑھنے لگی ایک بے اختیاری کے عالم میں رجب آفریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حبہ کی پوری ہستی جھنجھنا اٹھی۔

''حبہ آپ رجب آفریدی کی زندگی ہیں اور زندگی کے لئے انسان کیا کچھ کر سکتا ہے یہ آپ بخوبی جانتی ہوں گی۔'' آہستگی سے کہتا وہ اس کا ہاتھ چھوڑ چکا تھا، لیکن دو منٹ پہلے رکنے والی وین میں بیٹھے غفار الٰہی اس منظر کو دیکھ چکے تھے۔

❁……❁……❁

گھر کے در و دیوار پہ موت کا سا سناٹا طاری تھا۔ وحشت گھر کے اندر باہر رقص کرتی پھر رہی تھی اعتماد کا وجود دھجی دھجی ہوا تھا اعتبار کی ڈور ٹوٹی تھی کیا یہ کسی موت سے کم تھا اور حبہ تو جیسے پتھر کا مجسمہ بنی بیٹھی تھی۔ اس کے ذہن پہ صرف اور صرف رجب آفریدی کا عکس جما ہوا تھا بس وہی نظر آ رہا تھا اور غفار الٰہی تو جیسے اپنی تمام عزت کی جمع پونجی لٹا کر خود خاک کا ڈھیر بنے بیٹھے تھے۔ جو کر سکتے تھے کر چکے تھے اب ان کے پاس خاموشی کے سوا کچھ نہیں رہ گیا تھا لیکن اس خاموشی میں اک کنکر گرا جو انہیں عجیب سے فیصلے پہ آمادہ کر گیا تھا۔

''ہم لوگ آپ سے رشتہ جوڑنا چاہتے ہیں آپ اپنی بڑی بیٹی……''

''کہاں سے آئے ہو؟'' غفار الٰہی بہت سرد و سپاٹ انداز میں پوچھ رہے تھے۔

''ہمارا تعلق پشاور سے ہے رجب آفریدی چھوٹا بھائی ہے ہمارا حبہ کے ساتھ ہی یونیورسٹی میں پڑھتا ہے حبہ جانتی ہے اُسے۔'' زریاب آفریدی کو نہیں معلوم تھا کہ اپنے بھائی کی محبت میں وہ اس کی محبت تو مانگنے آ گئے ہیں، لیکن محبت مانگتے مانگتے کبھی کبھی عذاب بھی حصے میں آ جاتے ہیں۔

''شادی کب کرنا چاہتے ہو۔'' اب کی بار زریاب آفریدی بُری طرح چونکے اور سامنے بیٹھے غفار الٰہی کی دماغی حالت پہ شبہ ہوا تھا جو غیر معمولی باتیں کر رہے تھے۔

''جب آپ مناسب سمجھیں ہم بارات لے کر آئیں گے۔''

''جمعہ کو آ جانا رخصتی ہو جائے گی۔'' وہ کہہ کر اٹھ گئے اور زریاب آفریدی کو ساکت و صامت چھوڑ گئے وہ گنگ بیٹھے تھے انہیں یقین نہیں آیا تھا کہ ایسا فیصلہ ایک سگا باپ اپنی بیٹی کے لئے کر سکتا ہے وہ بھی ایسا باپ جو مکمل ہوش و حواس میں ہو……

وہ وہاں سے اُلجھے اُلجھے واپس آئے تھے، بھر جائی اور گل جانی کو رجب کی پسند دیکھنے اور مثبت جواب ملنے کا بے چینی سے انتظار تھا جیسے ہی زریاب آفریدی نے آ کر اطلاع دی وہ خوشی سے جھوم اٹھیں۔

اور جب اس خبر نے رجب کے کانوں تک رسائی حاصل کی تو وہ پتھرا گیا۔

''لالہ سائیں یہ…… یہ کیسے؟''

''پگلے! تو ہم سے بھی معاملہ چھپا رہا تھا نا؟'' انہوں نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

''لیکن لالہ سائیں؟'' وہ بے یقینی سے کچھ بول ہی نہیں پا رہا تھا۔

''بس اب دلہن گھر لانے کی تیاری کر، دن بہت کم رہ گئے ہیں۔'' وہ اس کا کندھا تھپک کر چلے گئے تو بھرجائی نے گھیر لیا پھر گل جانی واری صدقے جانے لگیں۔ اور وہ سب کو چھوڑ کر حیران پریشان سا سیدھا آفاق کے پاس آ گیا تھا اور آفاق بھی اس خبر سے متعجب سا رہ گیا۔ اسے بھی یقین نہیں آیا تھا مگر یہ ہی حقیقت تھی۔

❁......❁......❁

انسان جس کام کے ہو جانے کی امید ہی نہ رکھتا ہو جس چیز کی اسے توقع ہی نہ ہو وہ ہو جائے تو وہ یقین اور بے یقینی کے درمیان ڈولتا رہتا ہے اسے خواب سے حقیقت تک سفر طے ہو جانا ایک فسانہ لگنے لگتا ہے اور وہ بھی چپ چاپ اس فسانے کو دیکھ رہا تھا۔ حبہ الہٰی آج ''حبہ آفریدی'' کے روپ میں سر تا پا سجی سنوری اس کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ ''شادی مبارک ہو۔'' عروج اور فرہاد کاشمیری بیک وقت مبارکباد دے کر پھول اور گفٹ دے رہے تھے۔

''یار تیری محبت سچی تھی تو جیت گیا اللہ ایسا مقدر ہر کسی کا لکھے۔''

تھوڑی دیر بعد فرہاد نے رجب سے سرگوشی کی اور رشک کا اظہار کیا تھا۔ رجب اپنی جیت پہ خود مشکوک تھا کسی کے رشک پہ فخر کیسے محسوس کرتا اس کی بات سن کر خاموش ہی رہا۔ شادی کافی دھوم دھام سے اپنے انجام کو پہنچی لیکن رخصتی کے وقت روتے روتے اچانک حبہ کے آنسو تھم جانا خدیجہ بیگم کا دل چیر گئے تھے رابعہ اور رانیہ بھی اس سے لپٹ کر بے تحاشا روئی تھیں مگر وہ خاموشی سے آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔ اب اس کے دائیں بائیں رجب آفریدی کی بھرجائی اور کزنز تھیں۔

❁......❁......❁

''میں بہت بُرا تھا حبہ! بہت زیادہ بُرا تھا لیکن محبت بُرے انسان کے من میں سما جائے تو تن کی تمام برائیاں بھی نکال کے پھینک دیتی ہے۔'' من کے ساتھ ساتھ تن بھی معطر اور پاکیزہ کر دیتی ہے تمہاری محبت میرے من میں اتری تو میں تن کی تمام بُری خواہشات سے نکل آیا۔ میں جو ہمیشہ حسن کو چھو کر محسوس کرنے کا قائل تھا، تمہاری پاکیزہ خوبصورتی کو دور سے دیکھ کر دل کو سیراب ہوتا محسوس کرنے لگا تھا شاید یہی پاکیزگی تمہاری انفرادیت تھی کہ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے تمہاری طرف جھکنے لگا لیکن شاید میرا دل میری آنکھوں میں بس چکا تھا، جس کی وجہ سے میرے جذبات کی تشہیر ہو گئی اور معاملہ تم تک پہنچ گیا۔ اچھے لفظوں میں اچھے انداز میں پہنچتا تو مجھے خوشی بھی ہوتی۔ لیکن غلط انداز اور غلط لفظوں نے میرے جذبات کی خوبصورتی مجروح کر ڈالی۔'' اس کے دونوں ہاتھ تھامے وہ آہستگی سے کہتا اطمینان، سکون، سرشاری اور چاہت کی وادی میں گم بے پناہ خوش تھا۔ حبہ کا پرسوز حسن اس وقت دلہناپے کے سنگھار سے مزید دو آتشہ ہو رہا تھا اور وہ اسے بار بار یوں دیکھ رہا تھا جیسے ابھی ابھی خواب ٹوٹے گا اور منظر بدل جائے گا اور وہ پہلے کی طرح یونیورسٹی کے گیٹ سے بس سٹاپ تک اس کے پیچھے پیچھے جا رہا ہو گا اور وہ اپنا غصہ اس پہ اتار کر چلی جائے گی۔

''کیا بات ہے، تھک گئی ہو؟'' اتنی نرمی سے تو آج تک وہ کسی سے مخاطب نہیں ہوا تھا نجانے اس کے معاملے میں دل اتنا نرم کیوں ہو جاتا تھا۔ وہ نفی میں گردن ہلا کر رجب آفریدی کے ہاتھوں کو دیکھنے لگی جن میں اس کے اپنے ہاتھ دبے ہوئے تھے۔

''کھانا منگواؤں؟'' اس نے دوبارہ پوچھا تو دوبارہ انکار میں جواب ملا تھا۔

''اُداس ہو، گھر والوں کے لئے؟''

''نہیں......''

''نیند آ رہی ہے؟''

''نہیں!''

''میں ڈسٹرب کر رہا ہوں؟''

''نہیں!'' ہر جواب میں نہیں سن کر وہ دلچسپی سے سوال کر رہا تھا اور آخری سوال کے جواب میں یکدم قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔

''یعنی کہ میں ڈسٹرب کر بھی لوں تو تم نہیں میں جواب دو گی یار اس سے اچھی بات تو کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔''

وہ شرارت سے پوچھتا اس کی چوڑیوں کو چھیڑنے لگا۔ اپنی خوشی اور سرشاری میں اس نے حبہ کے تاثرات ابھی تک نوٹ نہیں کیے تھے اگر ایک بار کر لیتا تو پھر ساری خوشی اور سرشاری رخصت ہو جاتی اور وہ بھول جاتا کہ اس نے حبہ الٰہی کو حاصل کر لیا ہے بلکہ یہ یاد رکھتا کہ کسی کو حاصل کر کے بھی۔ نہ کر پانا کیسا ہوتا ہے۔ لاحاصل کی اذیّت کیسی ہوتی ہے جو موجود بھی ہو اور بظاہر حاصل بھی ہو......لیکن وہ ایسی اذیّت سے بے خبر رات کی مدہوش خوبصورتی میں ڈوبا کسی اور دنیا کی سیر کر رہا تھا۔

❁......❁......❁

''میرا نیگ؟'' صبح صبح بھرجائی دروازے کی چوکھٹ میں کھڑی اپنے رسم و رواج کے مطابق نیگ مانگ رہی تھیں اور وہ انہیں ٹالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''کیا ہوا بھرجائی کیا ملا نیگ میں؟'' رجب کی پھوپھی زاد لالہ رخ بھی قریب چلی آئی۔

''ابھی اس کی نیند ہی پیچھا نہیں چھوڑ رہی نیگ کیا دے گا بھلا؟'' بھرجائی نے اسے خفگی سے گھورا۔

''بھرائی پلیز دوپہر میں دے دوں گا ابھی مجھے کچھ خبر نہیں میرا والٹ کہاں رکھا ہے اور اگر رکھا ہے تو اس میں کیش بھی ہے یا نہیں......'' اس نے بھرجائی سے بھی زیادہ خفگی ظاہر کی۔

''ٹھیک ہے مت دو پھر پورے سات روز کے لئے اپنی دلہن کو بھول جانا۔'' وہ کہہ کے مڑ گئیں اور چند سیکنڈ بعد جب اسے بھرجائی کی دھمکی سمجھ آئی تو بوکھلا کے ان کے پیچھے لپکا۔

''بھرجائی ارے رکیں نا بھرجائی کیسا ظلم کرنے چلی ہیں۔'' اس نے بھرجائی کو کندھوں سے تھام لیا۔

''مطلب کی بات کہو ہمیں اور بھی بہت سے کام ہیں۔'' وہ اب اجنبیت دکھا رہی تھیں۔

''پیاری بھرجائی! آپ رکیں آپ کا نیگ ابھی لے کر آتا ہوں۔'' وہ انہیں وہیں کھڑا کر کے بیڈروم میں چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد ایک ڈبہ ہاتھ میں لئے آ گیا۔

''یہ رہا آپ کا نیگ۔'' اس نے خفگی سے کہا چہرہ بھی خفا خفا نظر آ رہا تھا۔ انتہائی بھاری موٹے موٹے سونے کے کنگن بے حد خوبصورت تھے بھرجائی کو یقین نہ آیا کہ لاپرواسا رجب آفریدی ان کے نیگ کے لئے پہلے سے انتظام کئے ہوئے تھا۔

''جیتے رہو اللہ تجھے لاکھوں خوشیاں دے اور تیری جوڑی سلامت رکھے۔'' اس کے ماتھے پہ پیار کرتے ہوئے انہیں احساس ہوا کہ وہی ان کا بیٹا ہے آج تک رجب کے ہوتے ہوئے انہوں نے اولاد کی کمی محسوس نہیں کی تھی نہ ہی کبھی اللہ سے شکوہ کیا تھا کہ ان کی گود کیوں خالی رکھی شاید انہیں رجب کی صورت میں بیٹا نظر آتا تھا۔

''اب میری دلہن میرے پاس ہی رہے گی نا؟'' اس نے شرارت سے کہا تو وہ مسکراتی ہوئی چلی گئیں۔

شام کو ولیمہ کی رسم تھی زریاب آفریدی نے بے شمار لوگوں کو انوائٹ کر رکھا تھا اور رجب نے بھی اپنے دوستوں کو فیملیز سمیت مدعو کیا ہوا تھا پورا دن حبہ کمرے میں لڑکیوں کے درمیان بیٹھی رہی۔

گاؤں کی عورتیں کافی اشتیاق سے آفریدیوں کی چھوٹی بہو دیکھنے آ رہی تھیں سب کو دلہن بہت پسند آئی مگر دلہن کے چہرے پہ مسکراہٹ کی کمی سب کو محسوس ہوئی تھی اور یہ کمی بھرجائی بھی محسوس کر چکی تھیں۔

''رجب ادھر آؤ۔'' انہوں نے اپنے جاننے والوں کے ساتھ باتوں میں مصروف رجب کو قریب بلا لیا۔

''جی بھرجائی خیریت؟'' وہ ان کے چہرے پہ تفکرات کے بادل منڈلاتے دیکھ چکا تھا۔

''تمہارا اپنی دلہن سے جھگڑا تو نہیں ہوا؟''

''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی کیوں؟ آپ کو ایسا کیوں لگا؟'' وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولا۔

''بس مجھے لگا کہ دلہن خوش نہیں لگ رہی صبح سے چپ چاپ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھی ہے کچھ کھانا وغیرہ بھی نہیں کھایا اور اس کے گھر والے بھی ابھی تک نہیں آئے کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟''

''ارے بھرجائی کیوں پریشان ہوتی ہیں سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے جہاں تک اس کی چپ اور خوش لگنے کی بات ہے تو آپ ذرا خود سوچیں ایک دم سے جب کوئی اپنوں سے جدا ہو کر ایک نئی اور اجنبی جگہ پہ آتا ہے تو وہ خوش کیسے لگ سکتا ہے اور چپ تو اس نے ہونا ہی ہے یہ جو ڈھیر ساری خواتین اس کے پاس بیٹھی ہیں کیا وہ ان کی زبان سمجھتی ہے؟''

رجب نے ڈرائنگ روم میں بیٹھی عورتوں کے جم گھٹے میں خاموش سی حبہ کو والہانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بھرجائی کو سمجھایا مجبوراً بھرجائی کو اس کی بات سے متفق ہونا پڑا۔

''ایک بات سنو!'' وہ جاتے جاتے دوبارہ مڑ آئیں اور رجب کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''جی سنائیے؟'' وہ نظروں کا زاویہ بدل چکا تھا۔

''کتنا پیار کرتے ہو اس سے؟'' ان کے انداز میں سنجیدہ سی شرارت تھی۔

''اتنا پیار کہ مر جاؤں تو بھی اسی کا نام......''

''اللہ نہ کرے کیسی منحوس باتیں کرتے ہو کتنی اچھی بات پوچھی تھی لیکن تم نے تو دل ہی دہلا کے رکھ دیا ہے۔'' بھرجائی نے دہل کے اس کی بات کاٹ دی۔ لہجے میں خوف سمٹ آیا تھا۔

''میرا مطلب تھا کہ اتنا پیار کرتا ہوں کہ دل چاہ رہا ہے سب عورتوں کو ہٹا کر خود اس کے سامنے جا کر بیٹھ جاؤں اور اسے دیر تک دیکھتا رہوں۔'' وہ ان کا دل بہلانے کے لئے بات بدل گیا۔ وہ مسکرا کر اس کے سر پہ چپت لگا چکی تھیں۔

وہ ہنستا ہوا دوبارہ مردوں کے لئے مخصوص کیے حصے کی سمت بڑھ گیا مگر شام کو اس کی ساری خوشی اور سرشاری ہوا ہو گئی۔

''حبہ......تمہارے امی، بابا اور سسٹرز ابھی تک نہیں آئیں، لالہ سائیں اتنا انتظار کر رہے ہیں۔'' وہ ولیمہ کے لئے دلہن بنی حبہ کے پاس سٹیج پہ اس کے برابر بیٹھا تشویش کا اظہار کر رہا تھا۔

''وہ نہیں آئیں گے۔'' انتہائی سرد لہجے میں انتہائی مختصر جملہ۔ رجب نے چونک کے دیکھا۔

''کیوں؟ کیا ہوا؟'' اس کے استفسار کے باوجود وہ خاموش رہی۔

''حبہ میں کیا پوچھ رہا ہوں، وہ کیوں نہیں آئیں گے؟''

''اس کیوں کا جواب سرعام مت پوچھو رجب آفریدی بہت اذیّت اٹھاؤ گے۔'' اس نے کہتے ہوئے جن نظروں سے رجب کو دیکھا اسے اپنی محبت کا شفاف فلک تاریک ہوتا نظر آ رہا تھا اسے لگا آج بھی اس کے سامنے حبہ الٰہی بیٹھی ہے حبہ آفریدی نہیں۔''

''لیکن کچھ وجہ بھی تو معلوم ہو وہ کیوں نہیں آ رہے؟ اگر ہم سے کچھ غلطی کوئی بھول ہوئی ہے تو ہم معافی بھی مانگ لیں گے۔'' زریاب آفریدی حبہ کے قریب کھڑے نجانے کیا کیا کہہ رہے تھے مگر رجب کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا وہ جان چکا تھا کہ حبہ کے دل میں اس کے لئے اس وقت کیا ہے اور آئندہ کیا ہو گا؟

''وجہ اب مٹ نہیں سکتی اور معافی سے کچھ حاصل نہیں ہو گا اس لئے آپ لوگ اپنے احساسات کی طرف دھیان دیں کسی اور کی فکر مت کریں۔'' حبہ کا لہجہ اس کا انداز اس کی باتیں عجب سی تھیں زریاب آفریدی بھی الجھ کر رہ گئے۔

''لیکن بیٹا تم جان سکتی ہو ولیمہ کی رسم میں اگر دلہن کے گھر والے شریک نہ ہوں تو لوگ کیسی کیسی باتیں کریں گے۔''

''ہونہہ کیسی کیسی باتیں نہیں کریں گے صرف اتنا کہیں گے کہ لڑکی بدکردار تھی جو ماں باپ نے بوجھ کی طرح سر سے اتار پھینکی ہے یا پھر لاوارث ہے اس کے آگے پیچھے کوئی بھی نہیں اور میرا خیال ہے کہ لوگوں کا پہلا خیال درست ہے، میری بدکرداری کی وجہ سے ہی تو میرے ماں باپ نے مجھے یوں پھینکا کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ کسی نیک پروین اور باکردار لڑکی کا باپ ہوش وحواس کے باوجود اس طرح بیاہ سکتا ہے؟''

اس نے زریاب آفریدی کی آنکھوں میں دیکھ کر بے خوف وخطر کہا تھا اور رجب کو یوں لگا وہ کسی پہاڑ کے ملبے تلے دبتا جا رہا ہو حبہ کی دماغی حالت کافی مشکوک نظر آ رہی تھی۔

"رجب۔" زریاب آفریدی نے اس کا کندھا ہلایا۔

"جی لالہ سائیں" اس نے بے حد آہستگی سے پوچھا۔

"تم حبہ کو لے کر اوپر کمرے میں جاؤ اور ذرا آرام سے پوچھنے کی کوشش کرو کہ وہ لوگ کیوں نہیں آ رہے۔"

"لالہ سائیں وہ نہیں بتائے گی۔" رجب کو احساس ہو چکا تھا کہ کہیں نہ کہیں کچھ غلط ہو گیا ہے۔

"تم کوشش تو کرو اور میرا خیال ہے اس کی اپنی طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔" زریاب آفریدی کے اصرار پہ اس نے حبہ کو اسٹیج سے اٹھنے کو کہا مگر وہ اپنی جگہ پہ یوں بیٹھی رہی جیسے کبھی ہلے گی نہیں۔

"حبہ پلیز ہم تھوڑی دیر تک واپس آ جائیں گے اور بیڈ روم تک ہی تو جانا ہے۔" رجب ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ نجانے کیسے اپنی بات مکمل کر رہا تھا۔

"کیوں؟ کیوں لے جانا چاہتے ہو مجھے؟ جو بھی کہنا ہے یہیں کہو سب کے سامنے کہو، کیا چھپانے کی کوشش کرتے ہو پہلے کچھ چھپایا ہے جو آج چھپانے کی کوشش کر رہے ہو بولو کیوں لے جا رہے ہو مجھے؟"

وہ یکدم چیخ اٹھی تھی اور پورے ہال میں یکدم سکوت چھا گیا۔ زریاب آفریدی، رجب آفریدی، بھرجائی، گل جانی، آفاق، فرہاد، مدثر اور مہمانوں کے علاوہ رجب کے خاندان والے بھی بھونچکا رہ گئے تھے۔ دلہن بنی حبہ آفریدی شدید غم وغصے کی کیفیت میں گھری ذہنی توازن کھو چکی تھی وہ رجب کو قہر بار نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"پلیز حبہ یوں لوگوں میں تماشا مت......"

"تماشا، تمہارا تماشا کیا بنے گا رجب آفریدی؟ تماشا تو میرا بنایا تھا سڑک کنارے میرا تماشا تم ہی نے تو لگایا تھا کیا بھول چکے ہو، تم تماشا لگا کر بھول چکے ہو لیکن میں نہیں بھولی رجب آفریدی، میں اپنا تماشا نہیں بھولی میں اپنی بدکرداری نہیں بھولی میں بدکردار ہوں میں بدچلن ہوں شادی سے پہلے ہی تمہارے ساتھ رنگ رلیاں منا چکی ہوں گل چھرے اڑاتی رہی ہوں اور بھلا کیا باقی ہے؟" وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی اور وہاں موجود لوگ دم بخود اسے دیکھ اور سن رہے تھے۔ رجب خاک کا ڈھیر بن چکا تھا۔ زریاب آفریدی خود ساکت کھڑے تھے۔

"حبہ یہ کیا کر رہی ہو؟ دیکھو اس طرح کتنی انسلٹ۔"

"شٹ اپ! تم کون ہوتی ہو میرے معاملے میں بولنے والی دفع ہو جاؤ۔" اس نے عروج کا ہاتھ نفرت اور حقارت سے جھٹک دیا تھا، تذلیل اور ہتک کے احساس سے عروج کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ فرہاد بھی شرمندہ ہو چکا تھا لیکن شرمندگی کی گہری دلدل میں تو رجب آفریدی تھا۔ جس کی عزت کے آج حبہ الہیٰ نے سرعام پرخچے اڑا دیے تھے۔

آفریدی حویلی پہ دوروز سے سناٹا چھایا ہوا تھا۔ گھر میں چہل پہل بھی برائے نام تھی۔ رجب دو دن سے اپنے بیڈروم میں نہیں گیا تھا۔

بھرجائی گل جانی اور زریاب آفریدی اپنی اپنی جگہ پہ پریشان اور سوچوں میں گم تھے اور حبہ دوروز سے بیڈروم میں تھی گل جانی نے رجب کو خاموش بیٹھے دیکھا تو بات کرنے کی ہمت کر ہی لی۔

''پتر! یوں چپ چاپ ہاتھ پہ ہاتھ دھرنے سے کچھ نہیں ہوگا کہیں آرام سکون سے اس کے پاس بیٹھ کر سمجھا بجھا کر پوچھنا چاہئے کہ ایسا کیوں ہوا؟ اگر پھر بھی نہ بتائے تو بھول جاؤ اس بات کو اور اپنی آگے کی زندگی کے لئے سمجھداری سے قدم بڑھاؤ ہو سکتا ہے اس روز پریشانی اور غصے میں وہ اپنا اختیار کھو بیٹھی ہو اور اب اپنے کئے پہ نادم ہو تمہیں اس کی کیفیت جاننے کی کوشش کرنی چاہئے ویسے بھی وہ اس گھر میں بالکل اجنبی ہے، اکیلی بیٹھی رہی تو برے خیالات کا شکار ہوگی اسے تنہا مت چھوڑو اپنا ساتھ دو شاباش اپنے کمرے میں جاؤ۔''

انہوں نے اچھی خاصی تمہید کے بعد اسے اوپر کمرے میں جانے کے لئے کہا۔ اگرچہ اسے دیکھنے کے لئے اس کا اپنا دل بھی بے تاب ہو رہا تھا لیکن پھر بھی اوپر جاتے ہوئے عجیب سا لگ رہا تھا۔

''دیکھو بیٹا وہ اس گھر میں تیرے لئے آئی ہے اور تو ہی اسے اس طرح چھوڑ بیٹھا تو اس کا کیا بنے گا؟''

گل جانی بہت نرمی اور ملائمت سے سمجھاتی تھیں ان کی بات جلد ہی سمجھ میں بھی آجاتی تھی۔

''میں کب اسے چھوڑ بیٹھا ہوں گل جانی، میں اسے مر کر بھی نہیں چھوڑ سکتا میں اسے چھوڑ کے خاک ہو جاؤں گا اسی لئے اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔'' رجب آفریدی کی شدت اور دیوانگی ہنوز تھی اندر داخل ہوتے زریاب آفریدی نے اس کی پوری بات مکمل توجہ سے سنی تھی۔

''تمہیں کون کہتا ہے کہ اسے چھوڑو میری جان، وہ تو ہمارے شہزادے کی پسند ہے اس کی خوشی ہے ہمارے ساتھ جیسے چاہے سلوک کرے ہمیں پروا نہیں اتنے سال تم نے عیش کئے من مانی کی اب وہ کرلے گی تو کون سا قیامت آجائے گی۔'' ان کا لہجہ اور انداز بشاشت لئے ہوئے تھے رجب نے حیرانگی سے انہیں دیکھا۔

''ارے پگلے تو ضدی تھا تو تیری گھر والی کو بھی تو ضدی ہی ہونا چاہئے تھا۔''

انہوں نے رجب کو چھیڑا تھوڑی دیر بعد بھرجائی بھی ماحول کو خوشگوار بنانے کے لئے شریک ہو چکی تھیں اور پھر انہوں نے زبردستی رجب کو کمرے میں بھیجا کہ حبہ کو ساتھ لے کر آئے اور اگر وہ چاہے تو اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ رجب آ تو گیا مگر اندر قدم رکھنے کے لئے خود کو تیار نہیں کر پا رہا تھا۔ لیکن آخر کب تک دروازے پہ ہلکے سے دستک دے کر وہ اندر داخل ہوا۔

وہ پورے کمرے میں اندھیرا کئے صوفے پہ پاؤں چڑھائے دونوں گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے بیٹھی تھی۔ رجب نے آگے بڑھ کے تمام لائٹس آن کر ڈالیں اور قدم صوفے کی سمت بڑھا دیئے۔ وہ قدموں کی چاپ اور کمرے میں پھیلتی روشنی محسوس کر کے بھی خاموش ہی رہی اور بدستور ایک ہی انداز میں بیٹھی رہی۔

''حبہ!'' اس نے حبہ کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں پھنسا کر آہستگی سے اسے پکارا وہ اس کے بے حد قریب بیٹھا تھا۔

''دیکھو حبہ میں نہیں جانتا کہ یہ سب کیا ہوا ہے اور تم نے ایسا کیوں کیا لیکن پھر بھی میں ابھی تک تم پہ غصہ نہیں کر سکا حالانکہ جو کچھ ہوا وہ اتنی چھوٹی بات نہیں جو نظر انداز کر دی جائے، مگر نجانے کیا بات ہے تمہارے معاملے میں، میں تمہارے سوا ہر چیز نظر انداز کرنے پہ مجبور ہو جاتا ہوں مجھے تمہارے سامنے کوئی چیز بُری نہیں لگتی مجھے نہیں معلوم کہ ایسا کیوں ہے لیکن اتنا جان گیا ہوں کہ میں اپنی پوری ہستی تمہارے سامنے ہار گیا ہوں اور تم سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ ایک ہارے ہوئے انسان کے جذبات کو اتنا نہیں کچلنا چاہئے کہ وہ زندگی ہی ہار جائے۔'' وہ اس کے بالوں کو انگلیوں سے سہلاتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہہ رہا تھا۔ حبہ کے وجود میں ہلکی سی بھی جنبش نہیں ہوئی تھی اس کا انداز نشست ہنوز تھا۔

''کیا بات ہے ناراض ہو؟'' اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی وہ الٹا اسی کی ناراضگی کی فکر میں مبتلا تھا۔ حبہ نے آہستگی سے سر اٹھا کر اسے دیکھا نظروں میں سپاٹ احساس تھا اور برف جیسی سرد کیفیت تھی ایک لمحے کے لئے رجب آفریدی کا دل ڈوب کے ابھرا تھا۔

''رسوا ہونا کیسا لگتا ہے رجب آفریدی؟'' اتنی چبھتی ہوئی بات وہ کتنے تحمل اور سکون سے پوچھ رہی تھی۔

''میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں نے تم پہ کوئی اعتراض نہیں کیا مجھے تم پہ کوئی غصہ بھی نہیں شاید ایسا ہونا ہی تھا۔'' رجب کا تحمل اور سکون بھی انتہا کا تھا۔

''لگتا ہے تمہارے سینے میں احساس کرنے والا دل نہیں ورنہ تمہیں اپنے بھائی کی حالت ضرور محسوس ہوتی۔'' حبہ کا لفظ لفظ سرد تھا ایک دم برف جیسا یخ اور بے حس۔

''میرے سینے میں دل ہے لیکن دل میں انا، ضد اور غصہ نہیں رہا اور تمہاری محبت کا اعجاز ہے اور جس کی محبت کا اتنا کرم ہوا اس پہ انسان اپنی انا اپنی ضد اور اپنا غصہ نہیں آزما سکتا، رہی بات میرے بھائی کی تو تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ میرے بھائی کے سینے میں مجھ سے بھی زیادہ بڑا دل ہے اور اس دل میں محبت بھی بہت وسیع پیمانے پہ پھیلی ہوئی ہے اس لئے وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پہ اپنے آپ کو پریشان نہیں کرتے وہ اس وقت مجھ سے زیادہ فریش نظر آ رہے ہیں۔'' اس کی بات سن کر حبہ کی رنگت غصے سے سرخ ہو گئی وہ یکدم غصے سے پھٹ پڑی۔

''ہاں تم لوگوں کو کیا فرق پڑتا ہے؟ تم لوگوں کو فرق پڑ ہی نہیں سکتا، فرق تو غریب لوگوں کو پڑتا ہے جن کی عزت بھی بہت غریب ہوتی ہے سسک سسک کر پروان چڑھتی ہے لیکن تم جیسے گھٹیا امیر زادے اور جاگیردار اس عزت کو داؤ پہ لگانے کے لئے پہنچ جاتے ہیں لیکن رجب آفریدی اتنا یاد رکھو میں حبہ الٰہی ہوں غفار الٰہی کی بیٹی اس غفار الٰہی کی بیٹی جس نے عزت کو ہمیشہ سینت سینت کر رکھا مگر تم جیسے لوگوں نے اس عزت کو محفوظ نہیں رہنے دیا اور نہ ہی ایک بیٹی کو ایک باپ کی نظروں میں سرخرو ہونے دیا پورا دامن ہی داغ داغ کر دیا کوئی گناہ نہ ہوتے ہوئے بھی گناہ گار بنا دیا۔ رجب آفریدی! میں بدکردار ٹھہری ہوں تو صرف تمہاری وجہ سے، میں کبھی تمہیں معاف نہیں کروں گی تم زندگی بھر سکھ کا سانس لینے کو ترسو گے میری بہنیں عذاب سہیں گی تو تم بھی جہنم جیسی آگ میں تڑپو گے۔ میری ماں روئے گی تو تمہارے گھر والے بھی خون کے آنسو روئیں گے رجب آفریدی پچھتاؤ گے۔ تم نے بہت خسارے کا سودا کیا ہے اور یہ خسارہ بھی ایسا ہے کہ زندگی بھر تاب نہیں لا سکو گے تم نے اپنی ضد میں میرا یہ جسم تو حاصل کر لیا ہے نا لیکن جسم کے اندر دھڑکتے دل اور روح کو کبھی حاصل نہیں کر سکو گے تم کبھی مجھے اپنا کر بھی اپنا نہیں بنا سکتے، تم حبہ الٰہی کو مار چکے ہو تم نے دفن کر دیا

ہے حبہ الٰہی کی ذات کو......'' وہ رجب کا گریبان پکڑے ہذیانی انداز میں چلاتی ہوئی نجانے کیا کہے جا رہی تھی اور رجب ناسمجھی کے عالم میں حیرت زدہ بس اس کا یہ پاگل پن دیکھ رہا تھا اور وہ جو منہ میں آ رہا تھا بولے جا رہی تھی باقی افراد بھی شور بن چکے تھے اور اپنے اپنے مقام پہ چپ چاپ بے بس سے کھڑے تھے۔

۞......۞......۞

''میں نے محبت کر کے کوئی گناہ نہیں کیا تھا شہوار، جس کی وہ مجھے اتنی کڑی سزا دے رہی ہے، مجھے دو سال ہو چکے ہیں میں کبھی سکون کی نیند نہیں سوسکا ان دو سالوں میں، میں نے اس برف کی مورت سے نجانے کتنی بار سر ٹکرایا ہے لیکن وہ برف ایک بار بھی نہیں پگھلی وہ خود تو پتھر تھی ہی اپنے ساتھ مجھے بھی پتھر کا بنا رہی ہے، شہوار پلیز مجھے بتاؤ مجھے کس گناہ کی سزا ملی ہے۔''

آج شادی کے دو سال بعد اتفاقاً ایک ریسٹورنٹ میں شہوار اور رجب آفریدی کا ٹکراؤ ہو گیا تھا اور شہوار حبہ کے متعلق پوچھنے لگی تو رجب نے اسے تھوڑی دیر کے لئے روک لیا تھا اور رجب نے ساری تفصیل بیان کی تو شہوار حیرت سے گنگ دیکھتی رہ گئی، مگر رفتہ رفتہ ساری بات سمجھ میں آتی گئی۔

''یہ سب حبہ کا قصور نہیں نہ ہی آپ کا قصور ہے بلکہ یہ سب کیا دھرا حبہ کی چھوٹی بہن ردا الٰہی کا ہے۔''

''ردا الٰہی؟'' رجب کو حیرت کا جھٹکا لگا وہ پہلی بار یہ نام سن رہا تھا

''ہاں ردا الٰہی، حبہ سے تقریباً ایک ڈیڑھ سال ہی چھوٹی ہوگی۔ حبہ ایم بی اے کرنے کی غرض سے یونیورسٹی آ گئی تو ردا کو اکیلے کالج جوائن کرنا پڑا وہ فرسٹ ائیر کی سٹوڈنٹس تھی، لیکن غلط صحبت نے اسے غلط سمت چلنے پہ مجبور کر دیا۔ غفار انکل کو اپنی چاروں بیٹیوں سے بے پناہ محبت تھی وہ انہیں اعلیٰ تعلیم دلوانا چاہتے تھے اور اس کے لئے دن رات محنت کرنے میں کوشاں رہتے تھے اور کافی اصول پسند آدمی تھے وہ اپنے ایک کالج فیلو کو پسند کرنے لگی تھی اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ کبھی بھی اپنی پسند سے شادی نہیں کر سکے گی اسی لئے ایک روز گھر چھوڑ کر اس لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی جسے وہ پسند کرتی تھی، غفار انکل کو اپنی تربیت پہ اتنا مان تھا کہ جب وہ مان ٹوٹا تو وہ ہر احساس سے عاری ہو گئے انہوں نے حبہ، رابیہ اور ہانیہ کو تختہ مشق بنا لیا۔ روحان جو سب بہنوں سے بڑا تھا وہ بھی بہنوں سے متنفر ہو چکا تھا لوگوں کی باتوں سے اس قدر تنگ آیا کہ یہ شہر ہی چھوڑ گیا۔

حبہ بہنوں میں سب سے بڑی تھی اس نے اپنے آپ سے عہد کر رکھا تھا کہ وہ اپنے باپ کا کھویا ہوا اعتماد ضرور بحال کرے گی لیکن ایک روز شاید بس سٹاپ پہ غفار انکل نے حبہ کو آپ کے ساتھ کھڑے دیکھ لیا اور پھر رہی سہی کسر وہاں پوری ہو گئی انہوں نے گھر آ کر حبہ کو بہت زیادہ ٹارچر کیا تھا رابیہ اور ہانیہ نے روکنے کی کوشش کی تو انہوں نے ان دونوں کو بھی بہت زیادہ مارا خدیجہ آنٹی گھر میں ایسی قیامت دیکھ کر چپ سادھ چکی تھیں اور ان ہی دنوں آپ کے لالہ سائیں پرپوزل لے کر چلے گئے اور شدید نفرت اور غصے کا مظاہرہ کرتے ہوئے غفار انکل نے فوراً ہامی بھر لی۔

شاید آپ لوگوں کو یہ بات غیر معمولی نہیں لگی تھی ورنہ کوئی بھی باپ اس طرح اپنی بیٹی کو رخصت نہیں کرتا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اپنے آنگن سے حبہ کی ڈولی نہیں جنازہ اٹھا تھا کیونکہ رخصتی کے وقت غفار انکل نے حبہ سے کہہ دیا تھا کہ آج سے ان کا حبہ سے ہر تعلق ختم ہو چکا ہے نہ وہ کبھی اس سے ملیں گے اور نہ ہی وہ ان سے ملنے کی کوشش کرے گی اگر ایسا ہوا تو وہ اپنے ساتھ ساتھ رابیہ اور ہانیہ کو بھی مار ڈالیں گے اس طرح صرف آپ سے رشتہ

جڑتے ہی حبہ کے باقی سارے رشتے ناطے سب سے ٹوٹ گئے وہ گنہگار نہ ہوتے ہوئے بھی سزا کی لپیٹ میں آ چکی تھی۔

شادی کے روز ہی اس کی سزا شروع ہو چکی تھی مگر اس سے بھی زیادہ سزا رابیہ اور ہانیہ نے جھیلی ہے چند روز قبل مجھے لاہور کے ایک میڈیکل سٹور پر خدیجہ آنٹی ملی تھیں۔ انہوں نے ہی یہ ساری تفصیل بتائی تھی اور یہ بھی کہ رابیہ اور ہانیہ کی تعلیم کا سلسلہ انہوں نے دو سال پہلے ہی بند کروا دیا تھا اور اب تو آئے روز وہ دونوں پہ ہاتھ اٹھاتے رہتے ہیں ذرا سی بات ہوتی ہے وہ مارنا شروع کر دیتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اتنی اذیت اور بے اعتباری جھیلنے کے بعد اگر حبہ کا روّیہ آپ کے ساتھ اتنا سرد ہے تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ کیونکہ ایسے حالات میں مضبوط سے بھی مضبوط اعصاب کا مالک انسان بھی ایسا ہی سلوک کرتا ہے اور یقیناً آپ کو اندازہ ہو چکا ہو گا کہ حبہ کہیں سے بھی غلطی پر نہیں بلکہ غلطی آپ سے ہی ہوئی تھی جو اس طرح جلد بازی میں اسے بھی اذیت دے بیٹھے اور اپنی زندگی بھی مشکل میں ڈال دی......"

شہوار کی گفتگو سنتا وہ دم بخود بیٹھا جیسے پتھر کا مجسمہ بن چکا تھا اسے حیرت کا شدید ترین جھٹکا لگا تھا۔

"حبہ کی بہن ردا الٰہی؟" اس کے ذہن میں دھماکے ہو رہے تھے ہر چیز گڈمڈ ہوتی جا رہی تھی "ہاں ردا حبہ سے چھوٹی بھی ہے اور خوبصورت بھی شاید اس کی یہی خوبصورتی اس کی سب سے بڑی خامی تھی کہ اپنے کردار کے ساتھ ساتھ ماں باپ اور بہن بھائی کے دامن بھی داغ دار کر گئی۔" شہوار کا لہجہ افسوس لئے ہوئے تھا۔

"تم مجھے شناخت کے طور پہ اس کی کوئی نشانی بتا سکتی ہو؟" رجب آفریدی کے دل و دماغ میں جھکڑ سے چل رہے تھے وہ اتنا عرصہ اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا رہا فقط اپنی ذات کو ستم کا شکار سمجھتا رہا حالانکہ ستم تو سب ہی نے سہا تھا۔

رابیہ نے ہانیہ نے، غفار الٰہی اور خدیجہ بیگم نے روحان الٰہی اور خود حبہ الٰہی نے بھی اور شاید ان کا ستم رجب آفریدی سے بھی زیادہ سنگین تھا کیونکہ وہ لوگ ایک دوسرے سے بچھڑ کر...... جدا ہو کر سزا کاٹ رہے تھے اور سزا تو شاید ردا الٰہی بھی کاٹ رہی تھی۔

شہوار نے رجب کے شک کو یقین میں بدل دیا تھا اور اس کے بعد زیادہ دیر اس سے وہاں بیٹھا نہ گیا۔ وہ فوراً کھڑا ہو گیا تھا اور شہوار سے رابطہ کرنے کے لئے اس کا ایڈریس اور نمبر بھی لے لیا تھا۔ بہت جلد وہ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

❁......❁......❁

"ارے آج کہاں سے رستہ بھول گئے؟" آفاق کی مما رجب کو دیکھتے ہی خوشگواری سے بولیں۔ رجب ان سے مل کر متلاشی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"آفاق اوپر اپنے بیڈروم میں ہے وہیں جاؤ گے یا اسے بلاؤں؟"

"میں آفاق سے ملنے نہیں آیا...... میں جبیں سے ملنے آیا ہوں۔" اس کا انداز بہت نپا تلا تھا۔ انہوں نے چونک کر دیکھا پھر سر جھٹک دیا۔

"خیریت تو ہے؟"

"جی خیریت ہے کہاں ہے وہ؟ اسے کہیں کہ رجب آفریدی ملنے آیا ہے۔" رجب کے لہجے میں نجانے کیسی چبھن تھی کہ آنٹی بار بار چونک

کے دیکھ رہی تھیں اور اسی طرح الجھتی ہوئی ڈرائنگ روم سے نکل گئیں۔

''السلام علیکم!'' تھوڑی دیر بعد وہ اس کے سامنے تھی۔ رجب نے نظر اٹھا کے اسے سرتاپا جن نظروں سے دیکھا پہلی بار وہ اس کے سامنے گڑبڑا سی گئی تھی۔

''آپ مجھ سے ملنے آئے تھے؟'' اس نے خشک ہونٹوں سے بمشکل یہ فقرہ ادا کیا تھا۔

''ہاں آؤ بیٹھو!'' اس نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے اپنے سامنے والے صوفے کی سمت اشارہ کیا تھا وہ مرے مرے قدم اٹھاتی کافی مشکل سے صوفے تک کا فاصلہ طے کر پائی تھی، کیونکہ رجب آفریدی کا انداز ہی خطرے کی گھنٹیاں بجانے کو کافی تھا۔

''جی کہیے میں سن رہی ہوں؟''

''تم جانتی ہو میری شادی کو کتنا عرصہ ہو چکا ہے؟''

''جی تقریباً دو سال یا پھر اس سے چند ماہ زیادہ۔''

''لیکن تم یہ نہیں جانتی ہو گی کہ ان دو سالوں میں میری بیوی میرے پاس ہو کر بھی میرے پاس نہیں رہی وہ میرے پاس زندہ لاش کی طرح رہتی ہے......'' رجب کی بات پہ اس نے قدرے الجھن آمیز نظروں سے دیکھا جیسے وہ اس کی بات سے پریشان ہو گئی ہو۔

''اور زندہ لاش وہ اس لئے بن گئی ہے کہ رخصتی کے وقت اس کے ماں باپ نے اس سے اپنے تمام رشتے اور رابطے توڑ لئے تھے کیونکہ ان کی نظر میں وہ بدچلن اور بدکردار لڑکی تھی۔'' لحہ بھر کے لئے اس کی رنگت متغیر ہوئی۔

''تم جانتی ہو بدکردار کو کوئی بدکردار کہہ دے تو اسے کتنا بُرا لگتا ہے لیکن ایک باکردار کو جب کوئی بدکردار کہے تو وہ مر جاتا ہے وہ بھی مر چکی ہے اسے بھی بدکرداری کا طعنہ ملا ہے، کیونکہ اس کی بہن گھر سے بھاگ گئی تھی ایک لڑکے فریب میں آ کر وہ باپ اور بھائی کی عزت تو روند گئی ساتھ میں اپنی بہنوں کی زندگی بھی۔ بربادی کا ماتم آج تک ہو رہا ہے اور نجانے کب تک ہو گا۔'' رجب کہتے کہتے بھڑنے لگا تھا اور وہ متغیر ہوتی رنگت اور کانپتی ٹانگوں کے ساتھ بمشکل اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھی۔

''میں تم سے صرف اتنا پوچھنے آیا ہوں کہ تم بھی ایک لڑکی ہو تم نے بھی زمانے کی ٹھوکریں کھائی ہیں تم بتاؤ کہ سزا کا مستحق کون ہے وہ لڑکی جو میری بیوی ہے یا پھر وہ لڑکی جو گھر سے بھاگ گئی کیونکہ جو لڑکی میری بیوی ہے اس نے مجھے ستایا ہے مجھے دن رات اذیت دی ہے میرے گھر والوں کو ذہنی ٹارچر کیا ہے، میری محبت کی دھول اڑائی ہے، اپنے قدموں تلے روندا ہے میری محبت کو، لیکن دوسری لڑکی نے اپنے ماں باپ بھائی بہنوں کو ستایا ہے ان کو اذیت دی ان کی عزت خاک میں ملائی ہے اس نے محض ایک خواہش ایک وقتی جذبات کے آگے اتنی محبتیں روندی ہیں، یہاں تک کہ میری محبت بھی اسی کی وجہ سے عتاب کا شکار ہوئی ہے۔'' اس نے بغور اپنے سامنے بیٹھی جبیں نامی لڑکی کو دیکھا جو یقیناً کسی بھنور میں چکرا رہی تھی۔

''بولو جبیں کون سزا کا مستحق ہے میری بیوی یا پھر میری بیوی کی بہن؟'' وہ اسے بولنے پہ اکسا رہا تھا اور وہ اپنے ہونٹوں کی لرزش چھپا رہی تھی اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

''آ......آپ یہ سب مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' بالآخر اسے بولنا ہی پڑا۔

''کیونکہ تم ردا الٰہی ہو اور حبہ الٰہی کا شوہر ہونے کے ناطے میں تم سے اتنا پوچھنے کا تو حق رکھتا ہی ہوں کہ سزا کسے دوں تمہیں یا پھر تمہاری بہن کو......'' وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے غصے سے دیکھتا بے حد غضب ناک ہو رہا تھا اور وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

''پلیز میرے سامنے یہ جذباتی سین ری ایکٹ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں مجھے صاف صاف بتاؤ تم کہاں کہاں کس کس کو دھوکہ دیتی آئی ہو اور تم نے آفاق کے سامنے اتنے جھوٹ کیوں بولے، حالانکہ وہ تمہارا محسن تھا تمہیں اتنی بُری حالت سے نکال کے یہاں لے آیا رہنے کے لئے چھت ہی نہیں بلکہ عزت احترام اور اعتماد بھی دیا اور تم نے تو شاید ہر کسی کا اعتماد توڑنے کا عہد کر رکھا ہے تمہیں کسی کی بھی پروا نہیں سوائے اپنے آپ کے......تم نے اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کا احساس نہیں کیا تھا آفاق کا احساس تمہیں بھلا کیوں ہوگا۔''

''نہیں رجب بھائی ایسا نہیں ہے میں......''

''شٹ اپ! مجھے بھائی مت کہنا میری بہن تم جیسی خود غرض نہیں ہو سکتی بلکہ مجھے تو ندامت ہو رہی ہے کہ تم حبہ جیسی لڑکی کی بہن ہو وہ حبہ جس نے اپنوں سے بچھڑنے اور باپ کا اعتماد مجروح ہونے کی پاداش میں آج تک ہر خوشی خود پہ حرام کر رکھی ہے، جس نے میری بے پناہ اور اندھی محبت کو ہمیشہ ٹھکرایا ہمیشہ میرے دل کو پاش پاش کرتی رہی صرف اس لئے کہ وہ تمہارے لگائے ہوئے داغ کو دھو نہیں سکی تھی اور تم......ایک فریب کے بعد دوسرا فریب دینے کے لئے تیار کھڑی ہو؟''

''پلیز اللہ کے لئے مجھے، مجھے غلط مت سمجھئے میں نے صرف اس لئے سچ نہیں بتایا تھا کہ آفاق مجھے پناہ دینے سے انکاری نہ ہو جائیں اور میں سچ بتاتی بھی کیا کہ میں اپنوں کو ٹھکرا کر خود بھی اتنی بڑی ٹھوکر کھا چکی ہوں۔''

''تم قابل رحم نہیں ہو کیونکہ تم جیسی لڑکیوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہئے بلکہ ایسا ہی ہوتا ہے تم جتنی بھی ٹھوکریں کھاؤ کم ہے۔'' وہ اس وقت غصے میں سفا کی کی حد کو چھو رہا تھا اس کا جی چاہ رہا تھا۔ ردا الٰہی کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دے اور وہ رجب آفریدی کی اس قدر نفرت اور شدید ردعمل دیکھ کر روئے جا رہی تھی جب سے آفاق اسے اپنے گھر لے کر آیا تھا ہمیشہ رجب آفریدی اور آفاق بدر نے اس کی بے پناہ عزت کی تھی۔ اسے ہمیشہ احترام سے مخاطب کیا تھا اور آفاق کی ممانے بھی اسے ماؤں کا سا پیار دیا تھا لیکن آج یہ سب بھی ختم ہو چکا تھا۔ آج احترام سے دیکھنے والی نظروں سے نفرت لپک رہی تھی۔

''نفرت ہو رہی ہے اس دنیا سے کہ اس میں تم جیسی بیٹیاں اور تم جیسی بہنیں بھی ہیں، لیکن فخر ہو رہا ہے مجھے اس کائنات پہ جس میں حبہ جیسی لڑکیاں بھی ہیں جو کسی کی بے پناہ محبت کو اپنے ماں باپ کی عزت اور اعتماد پہ ترجیح دیتیں، چاہے اس کے لئے ان کا اپنا سکھ و آرام داؤ پہ لگ جائے۔'' رجب کے لہجے میں ایک دم فخر کا احساس اتر آیا تھا اور ردا کے لئے آنکھوں میں ابھی بھی نفرت کا جذبہ ہنوز تھا۔

''پلیز مجھ سے جو کچھ ہو چکا ہے مجھے......''

''دیکھو میرے سامنے یہ آنسو اور یہ معافی تلافی کا چکر مت چلاؤ میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ آفاق کو اس بات کی خبر ہونے سے پہلے پہلے اپنا ٹھکانہ ڈھونڈ لو میں نہیں چاہتا کہ وہ مزید تمہارے کسی فریب کا شکار ہو......'' رجب بختی سے کہتا ہوا پلٹا لیکن آفاق کا دھواں دھواں چہرہ دیکھ کر اس کے قدم ساکت ہو گئے تھے اور ردا بھی روتے روتے آفاق کو دیکھ کر یکدم پتھرا گئی، وہاں موجود تینوں نفوس اپنی اپنی جگہ پہ ساکت وصامت کھڑے تھے۔ کسی کے پاس بھی کہنے کے لئے کچھ نہ تھا اور سب سے پہلے وہاں سے رجب نے ہی قدم اٹھایا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا پیچھے آفاق اور جبیں نامی ردا الٰہی میں کیا گفتگو اور بحث وتکرار ہوئی وہ نہیں جانتا تھا۔

※......※......※

اتنی تھکن اور ذہنی ٹینشن کے باوجود وہ گاؤں آنے کے لئے بالکل تیار تھا اور حویلی میں داخل ہوتے ہی اس نے پہلی بار حبہ کے متعلق پوچھا تھا ورنہ ہمیشہ وہ اسے صرف نگاہوں سے تلاش کرتا تھا کبھی منہ سے چھوٹتے ہی اس کے بارے میں استفسار نہیں کیا تھا۔

''خیر تو ہے آج کچھ زیادہ ہی دیوانے لگ رہے ہو؟'' بھرجائی نے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے چھیڑا۔

''ہاں بھرجائی آج میں سچ مچ اس کا دیوانہ ہو رہا ہوں آج جی چاہ رہا ہے عقیدت سے جھک کر اسے سلام پیش کروں۔'' رجب کا لہجہ سچ مچ عقیدت اور محبت سے بھیگ رہا تھا۔

''کیوں جناب آج اتنا پیار کیوں آرہا ہے؟'' اب کی بار تو بھرجائی کو مزید تجسس ہوا تھا۔

''بھرجائی پیار ہمیشہ پیاری چیز پہ ہی آتا ہے اور آپ جانتی ہیں مجھے شروع سے کتنی پیاری ہے آج تو بس اضافی پیار اُمڈ رہا ہے۔'' آج بہت عرصے بعد بھرجائی کو رجب کے لب ولہجے اور انداز و اطوار میں خوشی کی رمق محسوس ہو رہی تھی ورنہ ہمیشہ حبہ کی طرف سے دلبرداشتہ ہو کر وہ کچھ کھویا کھویا نظر آتا تھا ان دو سالوں میں انہوں نے ایک بار بھی رجب کو خوش اور مطمئن نہیں دیکھا تھا، ہمیشہ وہ بے سکون اور مضطرب سا دکھائی دیتا تھا۔

''کاش کہ تمہیں اس پیار کے بدلے پیار ہی ملتا۔'' بھرجائی کے منہ سے آہ نکلی اور رجب نے ان کو روک دیا۔

''نہیں بھرجائی مجھے پیار کے بدلے بہت کچھ ملا ہے جب ایک مرد ایک عورت سے محبت کرتا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ عورت بھی پیار کرے یہ تو اپنی اپنی قسمت ہوتی ہے اور میں بہت خوش قسمت ہوں کہ مجھے باکردار عورت ملی ہے میں نے اس عورت سے محبت کی ہے جو سچ مچ محبت کے قابل تھی۔'' رجب کو آج حبہ کا ہر ستم بھی کرم لگ رہا تھا وہ دو سال کی اذیت بھول چکا تھا اب وہ اس کی اذیت دور کرنا چاہتا تھا۔ وہ اسے اس کا مقام واپس دلانا چاہتا تھا۔

''تم کیا کہنا چاہتے ہو میں سمجھی نہیں۔'' بھرجائی نے سنجیدگی سے پوچھا رجب کے چہرے پہ بھی سنجیدگی کا عکس لہرا رہا تھا اس نے بھرجائی کے ہاتھ تھام لئے اور پھر انہیں تمام سچائی سے آگاہ کر دیا۔

''بھرجائی اب میں اس سے صرف محبت نہیں کروں گا بلکہ محبت کے ساتھ ہر وہ جتن کروں گا جس سے وہ خوش ہو سکے کیونکہ محبت کبھی بھی جتن کیے بغیر مکمل نہیں ہوتی شاید دو سال بغیر جتن کیے گزارے ہیں اس لئے کچھ بھی حاصل نہیں کر پایا۔''

رجب کے کیے گئے انکشاف پہ بھرجائی حیرت سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں وہ دو سال سے یہی سمجھ رہی تھیں کہ حبہ، رجب کے علاوہ کسی اور کو پسند کرتی ہے جب ہی آج تک وہ اس کے ساتھ خوش نہیں رہ سکی بلکہ رجب کو بھی خوش نہیں رہنے دیتی۔

''بھرجائی میرے لئے دعا کریں کہ میں حبہ کی خوشی ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جاؤں۔''

وہ دل کی گہرائیوں سے دعا گو تھا بھرجائی اسے دیکھتی رہ گئیں۔ وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔

حبہ سو رہی تھی وہ بنا آہٹ کے بیڈ کے قریب آیا اور جھک کر ہمیشہ کی طرح اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا ہمیشہ اس کے ماتھے پہ بوسہ دیتے ہوئے وہ ڈرتا تھا کہ کہیں اس کی نیند نہ ٹوٹ جائے کیونکہ اگر اس کی نیند توڑنے کا ارتکاب کر بیٹھتا پھر یقیناً کوئی نئی سزا جاری ہو جاتی اور وہ تو ابھی پہلی سزائیں بھگت رہا تھا کسی نئی سزا کا یارا نہیں تھا اس لئے اکثر و بیشتر ایسے معاملے میں احتیاط کرتا تھا اس وقت بھی وہ اسے دل و نظر میں جذب کر رہا تھا اور یقیناً احساسِ تشکر سے مغلوب تھا کہ وہ اس کی بیوی ہے۔ اس بات پہ وہ جتنا بھی شکر ادا کرتا کم تھا۔

زریاب آفریدی کو اس کے ارادوں کا پتہ چلا تو انہوں نے بھی بھرپور ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ بھی حبہ کو خوش دیکھنا چاہتے تھے ان کی حویلی بھی خوشیوں کے لئے ترس رہی تھی۔ گل جانی اور بھرجائی نے بھی اسے دعاؤں سے نوازا تھا اور وہ روانگی کی تیاری کر رہا تھا لیکن ان دو سال میں پہلی مرتبہ وہ اتنے دنوں کے لئے حویلی سے باہر جا رہا تھا ورنہ تین چار دن سے زیادہ حویلی سے باہر نہیں رہ پاتا تھا۔

''میرے ساتھ کراچی چلو گی؟'' وہ پیکنگ کرتے کرتے اس کے قریب آ گیا۔ حبہ کا ہاتھ بالوں میں ہیئر برش پھیرتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے رکا پھر دوبارہ حرکت کرنے لگا۔

''روحان سے ملو گی؟'' اس دفعہ وہ پوری اس کی سمت گھوم گئی۔ آنکھوں میں حیرت تھی۔

''ہاں حبہ! میں روحان سے ملنے جا رہا ہوں اسے تمہارے پاس لے کر آؤں گا پھر تم اپنے امی ابو سے ملنے جاؤ گی۔ رابیہ اور ہانیہ سے ملو گی سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا، سب کچھ ویسا ہی ہو گا جیسا تم چاہتی ہو۔'' رجب نے اس کے شانوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

پہلے تو چند سیکنڈ وہ اسے دیکھتی رہی پھر یکدم قہقہہ لگا کر ہنسی اور ہنستی چلی گئی۔

''تم روحان بھائی سے ملو گے، امی ابو سے ملواؤ گے رابیہ اور ہانیہ سے بھی ملاقات ہو گی امیزنگ...... واؤ کتنے خوش خیال ہو کتنے اونچے اونچے خواب دیکھتے ہو۔'' وہ اور زیادہ ہنسنے لگی۔

''حبہ! میں ان خوابوں اور ان خیالوں کو سچ کرنے جا رہا ہوں......! ہونہہ رجب آفریدی یہ گڈے گڑیا کا کھیل نہیں ہے، تم مر بھی جاؤ تو ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا اپنے باپ اور بھائی کو میں جانتی ہوں تم نہیں۔'' اس کے لہجے سے نفرت جھلکنے لگی تھی رجب پھر بھی مطمئن ہی تھا۔

''اگر ایسا نہ ہوا تو میں سچ مچ مر جاؤں گا۔ حبہ میری زندگی میں اگر تم کوئی خوشی نہ دیکھو یا میں تمہیں کوئی تحفہ نہ دے سکا تو اس زندگی کا کیا فائدہ؟''

''یعنی روحان بھائی نہ آ سکے تو تم مر جاؤ گے؟'' وہ مذاق اڑا رہی تھی رجب نے بغور اسے دیکھا اور گہری سانس کھینچی۔

''ہاں مر جاؤں گا۔''

''تو پھر میں دعا کرتی ہوں روحان بھائی کبھی نہ آئیں۔'' رجب نے چونک کر اس کی صورت دیکھی جہاں نفرت کا جہان آباد تھا، جہاں حقارت کے سوا کچھ نہ تھا۔

وہ پلٹ کر بیڈ کی سمت جانے لگی جب رجب نے یکدم ایک جھٹکے سے اسے اپنی سمت کھینچ لیا تھا وہ بے ساختہ توازن کھونے کی وجہ سے اس کے سینے سے ٹکرائی تھی۔

''تمہارے روحان بھائی بھی آئیں گے اور میں بھی مر جاؤں گا حبہ آفریدی، لیکن اتنا یاد رکھنا کہ مرنے کے بعد بھی رجب آفریدی کے دل میں تمہاری محبت رہے گی۔''

گرفت میں جکڑے ہوئے وہ کافی شدت آمیز لہجے میں کہہ رہا تھا آج پہلی بار حبہ کی کوئی بات اس کے دل پہ نقش ہوئی تھی۔حبہ نے بے اختیار پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا آج سچ مچ وہ کسی چوٹ پہ بلبلایا ہوا لگ رہا تھا اس کی آنکھوں میں تڑپ تھی اس کا لمس بھی سلگ رہا تھا وہ اس کے چہرے پہ اپنی آنکھوں کی تڑپ چھوڑ کے اپنا بیگ اٹھاتا کمرے سے نکل گیا تھا اور حبہ کمرے کے بیچوں بیچ کھڑی سناٹے میں آ گئی۔وہ جا چکا تھا لیکن چلے جانے کے بعد بھی بہت کچھ پیچھے چھوڑ گیا تھا حبہ کی پوری ہستی ہل کے رہ گئی تھی۔اس کا دل پہلی بار دھڑکا تھا اور اپنی ہی دھڑکن سے سہم گیا تھا ہر آہٹ سے خوف آنے لگا تھا نجانے کیا کیا احساسات اور جذبات تھے جو اس کے دل و دماغ میں ہی نہیں روح میں بھی سرائیت کر گئے تھے۔

آج من کے آنگن میں رجب آفریدی کی آنکھوں کی تڑپ نے ایک اتھل پتھل مچادی تھی ایک قیامت برپا ہونے کو تھی اور شاید ایک جذبہ پیدا ہونے کو تیار تھا ایسا جذبہ جس سے وہ قطعی طور پر نا آشنا تھی۔

❁......❁......❁

اسے سیڑھیاں اتر کر ڈرائنگ روم کی سمت آتے دیکھ کر بھرجائی اور گل جانی کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا تھا آج رجب کو گھر سے گئے ہوئے پانچ دن ہو گئے تھے لیکن ان پانچ دنوں میں اس کی کمی نجانے کتنی مرتبہ محسوس ہو چکی تھی، لیکن وہ اس چیز کا اظہار نہیں کر سکتی تھی اس لئے اظہار سے محتاجی کا سامنا ہوا تو اپنے آپ سے گھبرا کر وہ دو سال سے سجائی گئی خلوت گاہ سے باہر نکل آئی تھی جس پہ ان لوگوں کو بے پناہ خوشی ہو رہی تھی۔

''طبیعت ٹھیک ہے نا؟'' گل جانی نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔حبہ نے بے ساختہ چہرہ جھکا لیا اسے ان کے محبت بھرے انداز اور اتنی اپنائیت سے ندامت ہونے لگی تھی۔آج تک وہ ان لوگوں کے قریب نہیں آئی تھی نہ ہی ان کو اپنے قریب آنے دیا تھا لیکن پھر بھی ان کے ماتھے پہ شکن تک نہ تھی۔

''کیا بات ہے پتر خیر تو ہے؟'' گل جانی نے تشویش سے بھرجائی کو بھی دیکھا تھا۔

''رجب کے لئے اداس ہو؟'' انہوں نے مسکرا کر پوچھا حبہ کی آنکھیں بھر بھر آئیں دل الگ موم کی طرح پگھلا جا رہا تھا۔

''ارے پگلی آ جائے گا، تیرے لالہ سائیں دوبارا اسے فون کر چکے ہیں کہتا ہے جب تک اس کا کام مکمل نہیں ہو گا وہ واپس نہیں آئے گا اور

میرا خیال ہے اس کا کام بہت جلد ختم ہو جائے گا وہ بھی تیرے بغیر نجانے کیسے دن گزار رہا ہوگا۔''

بھرجائی نے قریب بیٹھ کر اس کا کندھا تھپکا تو حبہ یکدم پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی، بے اختیار بھرجائی کی گود میں جھکی ہوئی ہچکیوں سے روتی جا رہی تھی بھرجائی کو احساس ہو چکا تھا کہ کون سا جذبہ کونسا احساس اسے رلا رہا ہے اسی لئے اسے رونے سے نہیں روکا تھا بہت دیر بعد جب وہ سنبھلی تو زریاب آفریدی بھی وہیں موجود تھے۔

''مجھے معاف کر دیں لالہ سائیں میں نے بہت غلطیاں کی ہیں، میں نے بہت اذیت دی ہے آپ لوگوں کو۔'' اس نے آنسو پونچھتے ہوئے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔ زریاب آفریدی نے شفقت سے مسکراتے ہوئے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔

''بیٹیاں معافی مانگتی ہوئی اچھی نہیں لگتیں تم بھی ہماری بیٹی ہو بس ہم چاہتے ہیں کہ تم دونوں خوش رہو۔''

''خان سائیں! آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔'' ملازمہ نے اندر آ کر اطلاع دی۔

''کون ہے؟''

''سائیں کراچی سے آئے ہیں روحان الٰہی نام بتاتے ہیں۔'' ایک دھماکہ ہوا تھا اور حبہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

''انہیں یہیں لے آؤ۔'' زریاب آفریدی کے چہرے پہ طمانیت کا احساس بکھر گیا تھا اور حبہ رجب کے دیئے گئے پے در پے جھٹکوں سے پتھرائی آنکھوں سے دیکھتی بے یقینی سے بت بنی ہوئی تھی، تھوڑی دیر بعد روحان الٰہی ان سب کے سامنے تھا سب سے مل کر وہ حبہ کی طرف متوجہ ہوا وہ ابھی بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

''حبہ!'' روحان نے اس کے سامنے دو زانوں بیٹھتے ہوئے اس کے ہاتھ پکڑ لئے اور پھر دونوں بہن بھائی اس قدر روئے کہ وہاں موجود ہر فرد کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

❁.......❁.......❁

''میں اپنے کزن کی شادی اٹینڈ کرنے گیا ہوا تھا، میرج ہال میں کافی شور ہنگامہ اور گہما گہمی تھی لیکن اس گہما گہمی میں مجھے صرف مما کی غیر موجودگی کا احساس ستا رہا تھا اسی لئے میں شادی کا فنکشن ختم ہونے سے پہلے ہی ہال سے باہر نکل آیا مگر پارکنگ تک آ کر مجھے احساس ہوا کہ میں اتنی جلدی کیوں آ گیا ہوں کیونکہ میری گاڑی کی اوٹ میں ایک لڑکی چھپنے کی کوشش کر رہی تھی اس کے انداز اطوار کافی مشکوک تھے وہ مجھے دیکھ کر خوفزدہ ہو چکی تھی۔ میں نے قریب جا کر اسے دیکھنے اور پہچاننے کی کوشش کی تو وہ یکدم ہٹی اور غیر متوازن ہوتی ہی زمین پہ گر گئی میں چاہ کر بھی اسے گرنے سے نہیں بچا سکا تھا۔

پانچ منٹ سوچنے اور سمجھنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ معاملہ سنگین بھی ہو سکتا ہے اس لئے میں نے اسے ہوش میں لانے کی کوشش بھی کی مگر کامیاب نہیں ہو سکا اسے ہسپتال لے کر جانا پڑا ڈاکٹر نے بتایا کہ وہ لڑکی ذہنی دباؤ کا شکار ہے اور اس نے کئی دنوں سے کچھ نہیں کھایا جس کی وجہ سے اتنی کمزوری اور نقاہت ہو رہی ہے میں اسے ہسپتال میں ایڈمٹ کروا کے گھر آیا صبح دوبارہ ملنے گیا تو وہ مکمل ہوش میں تھی میں نے اس سے اس کا بیگ

گراؤنڈ پوچھا پہلے تو وہ رونے لگی پھر اس نے اپنی داستان سنائی کہ اس کی سوتیلی ماں اسے کسی کے ہاتھوں بیچنا چاہتی ہے جس پہ احتجاج کرنے سے اس کا یہ حال ہو گیا ہے لیکن وہ موقع ملتے ہی گھر سے بھاگ نکلی ہے مگر وہ لوگ اسے ابھی بھی ڈھونڈ رہے ہیں اس لئے وہ چند دنوں کے لئے پناہ لینا چاہتی ہے میں پہلی بار ایسی سچویشن سے دوچار ہوا تھا اس لئے کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا اسی لئے میں نے یہ معاملہ اپنی مما اور رجب کے سامنے رکھ دیا مما ہر وقت بیمار رہتی تھیں ان کو بھی کسی کے سہارے کی ضرورت تھی انہوں نے اس لڑکی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی رجب نے بھی اس لڑکی کو جانچنے کے بعد ہی کہا کہ کسی اچھے خاندان سے ہے بس حالات کے چکر میں اُلجھ چکی ہے۔

اسے پناہ دینے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا اس لئے میں اس لڑکی کو جو بقول اس کے کافی مظلوم تھی اسے گھر لے آیا میری مما کی طبیعت کبھی کبھی کافی بہتر ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی وہ اتنی بیمار ہو جاتی ہیں کہ ان کی زندگی کی امید ہی ختم ہو جاتی ہے لیکن اس لڑکی کے آجانے سے مجھے مما کی طرف سے کافی اطمینان ہو گیا تھا کیونکہ پہلے میں گھر سے باہر ہوتا تو مجھے ٹینشن رہتی تھی مگر اب ایسا نہیں تھا اب وہ مما کی کیئر کرنے لگی تھی، لیکن ایک عجیب سی بات تھی کہ رجب اسے جب بھی دیکھتا یہی کہتا کہ اس لڑکی کو کہیں دیکھا ہے اور ایک روز اس نے اظہار کر ہی دیا کہ یہ جبیں نامی لڑکی حبہ الٰہی جیسی لگتی ہے چند روز پہلے یہ گتھی سلجھی کہ وہ جبیں نہیں ہے اور اس کی داستان بھی جھوٹی ہے۔ کیونکہ چند روز قبل شہوار رجب کو کسی ریسٹورنٹ میں ملی تھی اس نے آپ کے متعلق ساری تفصیل بھی بتائی اور یہ بھی کہ غفار انکل آپ کی شادی کے دوسرے روز ہی لاہور چلے گئے تھے اور جانے سے پہلے وہ بیٹیوں سے کافی متنفر اور دلبرداشتہ تھے ایسا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ جو کچھ ردا نے کیا وہ برداشت کے قابل تو نہ تھا......''

''ردا؟'' آفاق کے منہ سے ردا کا نام سن کر حبہ اور روحان دونوں ہی چونک گئے تھے۔

''ہاں بھابی وہ جبیں نام کی لڑکی درحقیقت ردا ہی ہے رجب اس سے مل چکا ہے اور اب آپ کو اس سے ملوانا چاہتا ہے......''

''لیکن ہم اس سے نہیں ملنا چاہتے۔'' حبہ کے انداز میں سختی تھی۔

''بھابی جو کچھ ہو چکا ہے اس کو بھول جائیں اس نے بھی کافی سزا پائی ہے اس کا کلاس فیلو یا پھر وہ کالج فیلو جو بھی تھا نکاح کرنے کے دو ماہ بعد ہی اسے طلاق دے کر چھوڑ گیا تھا اور وہ اسی مقام پہ کھڑی تھی جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا نجانے کہاں کہاں سے ٹھوکریں کھاتی وہ ایک عورتوں کے گینگ کے ہتھے چڑھ گئی وہ اسے اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتی تھیں جس سے انکار کرنے کی صورت میں اسے جسمانی ٹارچر کیا گیا اور بھوکا رکھنے کے ساتھ ساتھ کمرے میں بند رکھا وہاں یہ تقریباً دو تین ماہ اذیت کا نشانہ بنتی رہی اور جب موقع ملا تو وہاں سے بھاگ آئی اسی لئے جب وہ مجھے ملی تو کافی خوف زدہ اور پریشان حال تھی اور میں سوچ رہا ہوں کہ جو کچھ اس نے کیا اس کی دگنی سزا پا چکی ہے اب اسے معاف کر کے آپ اس کا جینا آسان کر سکتی ہیں۔'' آفاق اتنے بڑے دھچکے کے بعد فوراً سنبھلنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا، آخر کو وہ اسے پسند کرنے لگا تھا اور اسے اپنی زندگی کا ہم سفر بنانے کا فیصلہ بھی کر چکا تھا اور اس فیصلے کے بعد اتنا بڑا انکشاف کسی دھچکے سے کم تو نہیں تھا پھر بھی رجب کے سمجھانے اور ٹھنڈے دل سے سوچنے کے مشورے سے وہ ایک اور فیصلہ کرتے کرتے رک گیا تھا اور آج رجب نے ہی اسے حویلی آنے کا کہا تھا جہاں روحان اور حبہ موجود تھے روحان کو آئے ہوئے آج دوسرا دن تھا اور کل وہ دونوں لاہور کے لئے روانہ ہو رہے تھے اسی لئے رجب چاہتا تھا کہ حبہ اور روحان کے جانے سے پہلے ہی آفاق ان

سے مل کر ردا کا معاملہ بھی ڈسکس کر لے۔

''آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟'' حبہ نے آفاق کو سرتاپا دیکھا اور آفاق کا سر مزید جھک گیا تھا اور حبہ اس کے جھکے سر سے جواب پا چکی تھی روحان بھی چپ ہو کے رہ گیا تھا آفاق بھی اس راہ کا مسافر تھا جہاں سے کبھی کوئی لوٹ نہیں سکا تھا اور نہ لوٹنے کی بے بسی انسان کو سرتسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیتی تھی آفاق بھی مجبور تھا وہ بھی ردا کو اتنی آسانی سے اپنی راہ سے نہیں ہٹا سکتا تھا۔ اور حبہ اس کی مجبوری سمجھ چکی تھی اسے آفاق کی کیفیت کا احساس ہو چکا تھا۔

❁.....❁.....❁

حویلی سے نکلتے ہوئے اس کا دل بار بار گھبرا رہا تھا وہ کسی انجانے خدشے سے اندر ہی اندر سہمی ہوئی تھی لیکن اندر اُمڈنے والے ان خدشوں کو وہ زبان کی نوک پہ لاتے ہی ڈر رہی تھی۔ وہ حویلی سے جانے سے پہلے رجب آفریدی کو دیکھنا چاہتی تھی اس سے ملنا چاہتی تھی لیکن چاہنے کے باوجود وہ اس سے مل نہیں سکی تھی۔ بھر جائی گل جانی اور زریاب آفریدی حبہ کو جلدی واپس آنے کی تاکید کر رہے تھے وہ ہر بات پہ سر ہلاتی رہی مگر یہ نہ کہہ سکی کہ مجھے رجب آفریدی سے ملنا ہے سفر کے دوران بھی وہ خاموش ہی تھی۔

''حبہ میں کیا پوچھ رہا ہوں کیا ہوا اتنی چپ کیوں ہو؟'' روحان نے دوبارہ اسے متوجہ کیا۔

''حبہ، رجب کے گھر والے بہت اچھے ہیں بہت اپنائیت ہے ان لوگوں میں بلکہ خود رجب تو ان سے بھی زیادہ اچھا اور سمجھدار آدمی ہے۔''

روحان اس سے باتیں کرنا چاہتا تھا اور جواباً وہ ہوں ہاں میں جواب دیتی رہی تھی۔

لیکن لاہور پہنچ کر جب وہ روحان کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی تو بے ساختہ ہی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے سامنے ہی خدیجہ بیگم، رابیہ اور ہانیہ کھڑی تھیں وہ بھی حبہ کو دیکھ کر لپک کے قریب آئیں اور پھر حبہ جو اتنے عرصے سے ایک پتھر کے مجسمے کی صورت میں جی رہی تھی یوں تڑپ کر روئی کہ ہر آنکھ اشک بار ہو گئی غفار الٰہی کے قدموں میں بیٹھ کر اس نے معافی مانگی ایسے گناہ کی معافی جو اس نے کیا ہی نہیں تھا اور غفار الٰہی بھی اپنی بے رخی کے خول سے نکل کر رو پڑے تھے۔

❁.....❁.....❁

آپی یہ خط رجب بھائی دے کر گئے تھے کہتے تھے کہ جب تمہاری آپی یہاں آجائے تو یہ خط دے دینا.....'' سب سے چھوٹی ہانیہ ایک لفافہ لے کر اس کے بستر کے قریب آ گئی اور حبہ، رجب کا خط دیکھ کر سرتاپا لرز اٹھی تھی۔

''وہ خود کہاں ہیں؟'' اس نے کانپتے ہاتھوں سے بمشکل لفافہ تھاما دل سینے کے پنجرے میں پھڑ پھڑا رہا تھا۔

''وہ کہہ رہے تھے ایک دو ضروری کام نپٹا کر واپس پشاور جائیں گے۔''

''پشاور؟'' حبہ کا دل بیٹھنے لگا پہلے وہ اتنے دنوں سے اس سے ملنے کے لئے بے چین ہو رہی تھی بعد میں امید بندھی کہ ہو سکتا ہے لاہور میں ہی ملاقات ہو جائے لیکن اب یہ امید بھی ختم ہو چکی تھی۔

''اُف میرا اللہ! کیوں کر رہا ہے وہ ایسا میرے سامنے کیوں نہیں آ رہا؟'' وہ سوچ سوچ کر چکرانے لگی تھی جب وہ اسے دیکھنا نہیں چاہتی تھی وہ ہمہ وقت آنکھوں کے سامنے رہتا تھا اب اسے دیکھنے کی تمنا جاگی تھی وہ کہیں دکھائی ہی نہ دے رہا تھا۔

''آپی کہاں کھو گئی ہیں؟'' ہانیہ نے اس کا کندھا ہلایا۔

''کہیں نہیں بس یونہی۔'' اس نے سر جھٹکا۔

چند دن اپنا دھیان ہماری طرف ہی رہنے دیں دو سال تو دھیان دیا ہے ان پہ۔'' اب کی بار رابیہ نے مداخلت کرتے ہوئے اسے چھیڑا حبہ ان کو کیسے بتاتی کہ دو سال بھی اس نے دھیان ان ہی پر دیا تھا اس پہ نہیں...... آہستہ آہستہ لفافہ چاک کیا۔

''حبہ! مجھے معاف کر دو کہ میں تمہاری خوشیاں پہلے نہیں ڈھونڈ سکا مجھ سے اتنی دیر ہو گئی مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم کس کس گناہ کی سزا بھگت رہی ہو اور اتنی اذیت میں ہو بہر حال دیر آید درست آید...... تمہیں اپنے گھر والوں سے ملنا مبارک ہو اور تمہیں تمہاری خوشیاں بھی مبارک ہوں آج کے بعد میں کبھی بھی تمہاری راہ کی رکاوٹ نہیں بنوں گا، رکاوٹ تو میں پہلے بھی نہیں بنا تھا بس لالہ سائیں ذرا جلد بازی میں پرپوزل لے کر تمہارے گھر چلے گئے وہ شاید مجھے خوش دیکھنا چاہتے تھے لیکن انہیں کیا پتہ چند خوشیاں سراب کی مانند ہوتی ہیں مل کر بھی نہیں ملتیں پھر بھی انسان ان کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے۔

میں بھی دو سال تمہارے پیچھے بھاگتا رہا اور تم مجھے مل کر بھی نہیں مل سکیں مجھے اس بات کا قطعی دکھ نہیں کہ تم مجھے نہیں ملیں کیونکہ مجھے اس وقت اس بات کی خوشی ہے کہ اتنا عرصہ جس چیز کے پیچھے تم بھاگی ہو وہ تمہیں مل گئی ہے۔ عزت اور تمہارا کھویا ہوا مقام، تمہارا اعتماد، تمہارے اپنے، یہی تمہاری زندگی کا مقصد اور حاصل تھے جو پورا ہو چکے ہیں میں جانتا ہوں تمہاری زندگی میں رجب آفریدی کے لیے کچھ بھی نہیں ایک محبت بھری نگاہ بھی نہیں جس کے سہارے میں اپنی زندگی گزار سکوں اور اگر تمہاری ایک نگاہ بھی میرے لئے نہیں ہو سکتی تو یہ زندگی بھی نہیں ہو سکتی۔ میں نے دو سال تمہاری بے رخی کا عذاب سہا ہمیشہ تمہاری ہر بات کو نظر انداز کیا ہے کیونکہ کچھ لوگ کہتے ہیں محبت میں ثبات چاہتے ہو تو پہلے اپنی ذات کو بے ثبات کرو اور میں تو نجانے کب سے اپنی ذات کو بے ثبات کیے بیٹھا ہوں لیکن ابھی تک محبت میں ثبات نہیں پا سکا خیر یہ بھی اپنی اپنی قسمت...... ہے تم اب میری ہر پابندی سے آزاد ہو اپنے ماں باپ کے پاس رہنا چاہو تو رہ سکتی ہو ورنہ دوسری صورت میں تمہیں میرے بعد بھی حویلی کے دروازے کھلے ملیں گے، کیونکہ تم حویلی کی مالک ہو اور مالک پہ کبھی در بند نہیں ہوتا اس کے علاوہ جو محبت کرنے کی گستاخی کر چکا ہوں وہ معاف کر دینا اس گستاخی کے ازالے کے طور پہ اپنا آپ ہمیشہ کے لئے ختم کر رہا ہوں کیونکہ تمہارے روحان بھائی بھی آ چکے ہیں اور گھر والوں سے بھی مل چکی ہو اس لئے اب مجھے بھی اپنا وعدہ پورا کرنا ہے آخر تم نے کہا جو تھا کہ میں مر جاؤں سو مر جاتا ہوں۔

(اللہ حافظ تمہارا رجب)

حبہ کی رنگت سفید لیٹھے کی مانند ہو رہی تھی اور ہاتھوں میں پکڑا خط پنکھے کی ہوا سے پھڑ پھڑا رہا تھا۔

رجب کا ایکسیڈنٹ اور اس کی موت کی خبر پورے علاقے میں آگ کی طرح پھیلی تھی اور حبہ سکتے میں آ گئی تھی۔ حبہ کے گھر والے بھی اس سانحے پہ بھونچکا سے رہ گئے تھے۔ گل جانی اور بھرجائی کے ساتھ ساتھ زریاب آفریدی بھی جیسے مر چکے تھے۔ گھر میں لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا ہر کوئی جواں مرگ پہ ماتم کناں تھا، لیکن اتنے لوگوں میں صرف وہی تھی جو ساکت وصامت اور پتھرائی ہوئی بیٹھی تھی رفتہ رفتہ گھر سے لوگوں کا ہجوم، اظہار تعزیت کے لئے بولے جانے والے جملے، غم زدہ دل سے اُمڈنے والے آنسو سب کچھ ختم ہو گیا حویلی میں سناٹا بولنے لگا در و دیوار سے تنہائی لپٹ گئی۔

لیکن اس کا سکتہ نہیں ٹوٹ سکا تھا روحان، غفار الٰہی، خدیجہ بیگم رابیہ ہانیہ، آفاق گھر والے سب ہی ہار گئے کہ حبہ کچھ بولے مگر وہ جیسے زبان سے محروم ہو چکی تھی اس کی قوتِ گویائی سلب ہو چکی تھی وہ بولنے کے ساتھ ساتھ محسوس کرنے کی حس بھی جیسے کھو چکی تھی آخر کار بھرجائی نے اس کی ذمہ داری اٹھالی اور حبہ کے گھر والوں کو واپس جانے سے پہلے مطمئن رہنے کی تاکید کی تھی وہ لوگ چلے گئے تو سب کی توجہ کا مرکز حبہ کی ذات بن گئی لیکن حبہ خود نجانے کس اذیت میں جل رہی تھی اس کا کسی کو اندازہ نہیں تھا......

بیڈ روم میں ہوتی تو خالی کمرہ کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا، بیڈ کا ایک حصہ خالی اور بے شکن بستر دیکھ کر اسے وحشت ہونے لگتی تھی اپنے دل میں جھانکتی تو اپنے لئے ہی نفرت کا پہاڑ کھڑا دکھائی دیتا تھا ہر طرف ویرانی ہی ویرانی تھی سناٹے کے سوا کچھ نہ تھا وہ سرد ہو چکی تھی اس کے احساس بھی منجمد ہو چکے تھے ایسے حالات میں بھرجائی کو یقین تھا کہ وہ برف کی مورت اسی روز پگھلے گی جب کوئی پُرتپش احساس جاگے گا اور آج ایسا ہی ہوا تھا ڈاکٹر سے پریگنینسی کا سن کر وہ پاگل ہو اٹھی تھی اور مسلسل اپنے آپ کو قاتل کہے جا رہی تھی۔ اس کی زبان پہ ایک ہی رٹ تھی کہ...... میں قاتل ہوں، میں نے قتل کیا ہے۔ میں نے اسے مارا ہے اب اس خوشخبری کی کسے ضرورت ہے اب اس خبر سے کیا حاصل؟ جب اس خوشخبری کا انتظار کرنے والا نہیں رہا تھا تو اس خوشخبری کا فائدہ ہی کیا تھا دو سال وہ اس خبر کا منتظر رہا تھا لیکن یہ خبر ملی کب؟ جب وہ خود نہیں تھا...... وہ بھرجائی کے ہاتھوں سے نکلی جا رہی تھی اور بھرجائی اسے سنبھالنے میں ناکام ہو رہی تھیں۔

❁......❁......❁

بے ہوشی کا انجکشن ہی اس کی تڑپ کو کم کر سکا تھا ورنہ وہ اتنی آسانی سے سنبھلنے والی نہیں تھی۔ مگر جب وہ ہوش میں آئی تو آنسوؤں کے سیلاب اُمڈ آئے تھے۔ تکیے میں منہ چھپائے وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی اس کا دماغ سوچ سوچ کر مفلوج ہونے کے قریب تھا اور دل کی دھڑکنیں بین کر رہی تھیں اسے رجب آفریدی کی موت ہی نہیں پچھتاوے بھی ڈس رہے تھے اور ان پچھتاوؤں کا زہر اس وقت اتنا تھا کہ اس کی روح نیلو نیل ہو رہی تھی۔ اس نے یونیورسٹی سے لے کر اب تک رجب آفریدی کی ذات کو چرکے لگائے تھے۔ اور ان دو سالوں میں تو زیادہ ہی سفاکی اور بے رحمی کی حد کر ڈالی تھی وہ ذرا خوش ہونے کی کوشش کرتا وہ اپنی نفرت سے سب کچھ ملیا میٹ کر ڈالتی تھی وہ جتنا قریب آنے کی کوشش کرتا وہ اتنا ہی دور ہوتی چلی جاتی تھی اس نے آج تک ایک بار بھی رجب آفریدی کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا لیکن جب دیکھا تو پھر آخری بار ہی دیکھا تھا اور اس دیکھنے کا درد اس دیکھنے کی تڑپ آج بھی اس کے دل میں ترازو تھی وہ چاہ کر بھی رجب کی آنکھوں کا آخری تاثر دل سے محو نہیں کر سکی تھی اور کر بھی کیسے سکتی تھی آخر رجب کی بے لوث محبت نے بھی تو ایک نہ ایک دن اپنا آپ منوانا ہی تھا۔

اس نے اپنی ذات کو بے ثبات کیا تھا اپنی پوری ہستی کی نفی کی تھی تو ایک دن محبت نے اسے ثبات تو کرنا ہی تھا اس کی محبت تو اپنا آپ منوا چکی تھی۔حبہ کے دل پہ نقش ہو کر امر ہو گئی تھی لیکن اب وہ اذیت میں تھی کہ رجب آفریدی کو کیسے بتائے کہ ہاں تمہاری محبت جیتی اور میری نفرت ہار گئی تم فاتح عالم ہو تمہاری محبت فاتح عالم ہے کیونکہ تمہاری محبت سچی تھی، بے غرض اور مخلص تھی مضبوط تھی اسی لئے اپنے مقام پہ قائم رہی۔ باقی سب کچھ مٹ گیا غفار الٰہی کی نفرت مٹ گئی۔ روحان الٰہی کی بدگمانی ڈھل گئی۔حبہ کی ذات ہار گئی اسے بچھڑے ہوئے رشتے مل گئے سب کچھ اسی کی محبت کا ہی تو اعجاز تھا اس کی محبت کا بویا ہوا بیج تھا جو اب پھل دار درخت بن گیا تھا لیکن وہ نہ اس درخت کی چھاؤں دیکھ سکا تھا، نہ ہی اس کا پھل کا ذائقہ چکھ سکا تھا یہی احساس حبہ آفریدی کو کچوکے لگا رہا تھا۔ وہ نادم تھی پچھتاوا اور ملال دل سے نکالے نہیں نکل رہے تھے وہ رجب آفریدی کی کمی بھلائے نہیں بھول سکتی تھی۔

❁.......❁.......❁

رات دن میں اور دن ہفتوں میں بدلے تو مہینوں کی رفتار میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا...... حبہ پہ چھایا ہوا سکتہ تو ٹوٹ گیا تھا مگر دل میں پھیلے ملال کا حصار ٹوٹ کے نہیں دے رہا تھا وہ گل جانی، بھرجائی زریاب آفریدی اور اپنے گھر والوں کا نئے آنے والے مہمان کے لئے اتنا جوش و خروش دیکھتی تو گھنٹوں کڑھتی رہتی کہ وہ لوگ کتنی جلدی رجب کو بھول کر کسی نئے فرد کے لئے خوش ہو رہے ہیں اور کتنی آسانی سے حبہ کو بھی فراموش کر چکے تھے بس ایک بھرجائی ہی تھیں جو اس کا خیال رکھتی تھیں اسی لئے آج ہسپتال جانے سے پہلے وہ بھرجائی کا ہاتھ تھام چکی تھی۔

''بھرجائی! آپ بہت اچھی ہیں مجھ سے آج تک جتنی بھی گستاخیاں ہوئی ہیں مجھے معاف کر دیجئے گا...... میں نہیں جانتی کہ میں زندہ بھی رہوں گی یا نہیں لیکن جس حال میں بھی ہوئی آپ کا خلوص آپ کی محبت نہیں بھلا سکوں گی اور پلیز میرے لئے دعا کیجئے گا کہ مجھے رجب آفریدی بھی معاف کر دے۔''اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔

''جھلی! تو ہمارے لئے خوشیاں لینے جا رہی ہے اللہ انشاء اللہ تیرا دامن خوشیوں سے بھر کے بھیجے گا، تیرے سارے غم مٹ جائیں گے سب کے آزمائش کے دن ختم ہو گئے ہیں تمہارے بھی ہو جائیں گے اللہ سے بہتری کی امید رکھو تمہیں شاید پتہ نہیں کہ رجب کو اپنے بچوں کا کتنا شوق تھا وہ کہتا تھا میرے جتنے بھی بچے ہوئے وہ لالہ سائیں کے بچے ہوں گے۔'' بھرجائی کہہ رہی تھیں اور وہ اس کے ذکر پہ ضبط کرتے کرتے بھی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

''اری جھلی تو تو رو رو کر ہی مر جائے گی دیکھ تیرے لالہ سائیں کو پتہ چلا تو ڈانٹنے کے لئے پہنچ جائیں گے شاباش چپ ہو جا۔''

وہ اسے لپٹا کر بہلانے لگیں، مگر حبہ کا بہلنا اتنا آسان نہیں تھا۔

❁.......❁.......❁

بچے کی پیدائش کے بعد بھی اس کی آنکھیں خالی خالی تھیں اس کے احساس کا دامن ابھی بھی ویران تھا اس کے دل میں اپنے بیٹے کو دیکھنے کی کوئی تمنا نہیں تھی مگر اس کے علاوہ ہر فرد کا چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا ہسپتال میں مٹھائیاں بانٹی جا رہی تھیں، ہر ایک کی زبان پہ مبارک کا لفظ تھا لیکن جس کو سب سے زیادہ خوشی ہونی چاہئے تھی وہ غم اور افسردگی کی لپیٹ میں تھی۔ ''آپی اس کی آنکھیں تو بالکل رجب بھائی کی طرح ہیں اور ہونٹ بالکل آپ جیسے۔''

رابیہ کے لہجے سے خوشی اور پیار چھلک رہا تھا۔حبہ نے لب بھینچتے ہوئے رُخ دوسری سمت موڑ لیا۔رابیہ نے اس کی اس حرکت پہ گردن موڑ کر بھر جائی اور ہانیہ کو دیکھا وہ بھی حبہ کا انداز دیکھ چکی تھیں...... خوشی کو سیلیبریٹ کرتے رہے۔آفاق ہر کام میں پیش پیش تھا۔

صرف ردا شامل نہیں تھی کیونکہ غفار الٰہی نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا وہ اس کی غلطی نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔اس لئے وہ اپنے باپ سے شرمندگی کی وجہ سے اپنوں کی خوشیوں اور غموں میں شریک ہونے سے قاصر تھی البتہ باقی سب اسے معاف کر چکے تھے لیکن جب تک غفار الٰہی اسے معاف نہ کرتے وہ اپنے دل میں اٹکی پھانس اور ماتھے پہ تحریر ندامت سے پیچھا نہیں چھڑا سکتی تھی۔

''رابیہ بیٹا! اپنی آپی کو کمرے میں چھوڑ آؤ'' بچے اور حبہ کی نظر اتارنے کے بعد بھر جائی نے اشارہ کیا۔

''اسے تھوڑی دیر ہمارے پاس ہی رہنے دیں۔''

روحان اور ہانیہ نے بچے کو روک لیا تھا...... ''ارے جانے دو بیٹا ابھی تک اس کی ماں نے تو اسے دیکھا ہی نہیں۔گل جانی نے ٹوکا تھوڑی دیر بعد بھیج دیں گے۔''

وہ لاپروائی سے بولے تو گل جانی خفگی سے گھورتی ہوئی وہاں سے اٹھ گئیں وہ لوگ قہقہہ لگا کے ہنس دیئے۔

''اچھا آپی آپ آرام کریں ابھی آپ کے لئے کھانا بھجواتے ہیں۔'' رابیہ اسے بیڈ تک چھوڑ کے گئی تھی اور اس کے جاتے ہی اس نے تکیہ چہرے پہ رکھ لیا تھا۔

''تھکن کی وجہ سے رو رہی ہو یا پھر میں یاد آ رہا ہوں؟'' بھاری مردانہ آواز آس پاس ہی سنائی دی۔

''ویسے یار بہت خوبصورت ہو گئی ہو نجانے یہ میری محبت کا کرشمہ ہے یا پھر ان آنسوؤں کا اثر۔'' آواز کے ساتھ آہٹیں بھی سنائی دینے لگی تھیں اور وہ اپنا وہم سمجھ کر چہرے سے تکیہ ہی نہیں ہٹا رہی تھی۔

''ارے یار کچھ تو بولو ورنہ دوبارہ چلا گیا تو واپس بھی نہیں آؤں گا۔'' اب کی بار وہ جھنجھلایا ہوا لگا اور حبہ نے مرے مرے انداز سے چہرے سے تکیہ ہٹا دیا۔وہ بیڈ پہ اس کے پہلو میں بے حد قریب بیٹھا تھا۔حبہ اپنے اس قدر جیتے جاگتے وہم سے اور زیادہ دلبرداشتہ ہو گئی۔حبہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے (کاش کہ تم سچ مچ میرے سامنے میرے اتنے ہی قریب ہوتے جتنے نظر آ رہے ہو۔)

''آج جو تحفہ تم نے مجھے دیا ہے اس کا شکریہ میں تمام عمر ادا نہیں کر سکوں گا بلکہ ہمیشہ احسان مند رہوں گا تمہارا بھی اور اپنے رب تعالیٰ کا بھی۔'' وہ جھک کر اس کے ماتھے پہ بوسہ دے رہا تھا، پھر وہاں سے اٹھ گیا اور حبہ کو احساس ہوا کہ اس کے ماتھے پہ دیئے جانے والے بوسے میں زندگی تھی مکمل زندگی اور زندگی کی حرارت تھی۔اور یہ زندگی کا ہی احساس تھا کہ وہ چونک گئی اس نے تڑپ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے رجب آفریدی کو دیکھا۔وہ اپنے بال سنوارتا شاید سرشاری کی کیفیت میں کچھ گنگنا بھی رہا تھا، پھر پرفیوم اٹھا کر اسپرے کیا تب تک حبہ ننگے پیر چلتے اس کے قریب آ چکی تھی وہ اسے اس طرح کھویا کھویا سا دیکھ کر ٹھٹکا پھر اس کی کیفیت سمجھ گیا۔حبہ نے بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے چہرے پہ رکھا اس کی شیو کی چبھن اسے ہاتھ سے محسوس ہوئی پھر اس کے بال چھوئے جو ابھی ابھی سنوارے گئے تھے وہ بھی بکھر گئے رفتہ رفتہ اس کے کندھے اس کا سینہ اس کے

ہاتھ چھو چھو کر محسوس کرتی وہ خوشی اور بے یقینی کے خلاء میں ڈول رہی تھی۔

''تت، تم زندہ ہو...... تت تم ٹھیک ہو...... ہو؟ تم ٹھیک ہو تم زندہ ہو؟'' وہ گھٹی گھٹی آواز سے بولی اس کا حلق جیسے بند ہو رہا تھا۔

''ہاں میں زندہ ہوں اور ٹھیک بھی ہوں۔'' اس نے حبہ کے آنسو پونچھے تو وہ تڑپ کر اس سے لپٹ گئی اور حبہ آفریدی کو لگا کہ پوری کائنات اس کی مٹھی اس کے حصار میں آ گئی ہو وہ دل ہی دل میں اللہ کے حضور اس کا شکرانہ ادا کرنے جھک گیا تھا۔

کیوں چلے گئے تھے تم...... کیوں چلے گئے تھے کیوں مجھے اتنی سزا دی؟ کیوں اتنا دُکھ دیا؟ وہ بلک بلک کے روتی شکوے بھی کر رہی تھی۔

''اگر اتنا دکھ نہ دیتا تو آج اتنی خوشیاں بھی نہ دیکھ سکتا، آج حبہ آفریدی کی اپنے لئے اتنی محبت اور تڑپ بھی نہ دیکھ سکتا تمام عمر یونہی ترس کے گزار دیتا۔'' وہ اسے حصار میں لئے کہہ رہا تھا اور حبہ نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''ہاں یار ایسا کرنے کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہ تھا تمہارے سوئے ہوئے دل کو جگانے کے لئے مجھے جھوٹ موٹ کی موت کو گلے لگانا پڑا، ورنہ تو مجھے یقین ہو چلا تھا کہ تم کبھی بھی میرا احساس نہیں کر سکتیں یہ تو بھلا ہو روحان کا جس نے میرا ساتھ دیا اور میری محبت میرا حق مجھے دلا دیا......''

''روحان؟'' وہ اور الجھی۔''یار! میں نے روحان کو بتایا تھا کہ تم نے آج تک میرے ساتھ کیا سلوک روا رکھا ہے اور ابھی تک تم مجھ سے بدگمان ہو تب اس نے مشورہ دیا کہ کچھ عرصہ کے لئے اس کی آنکھوں سے اُوجھل ہو جاؤ جب ہر پل ہر لمحہ اس کا احساس اس کی پرواہ کرنے والا نہ رہا تو بہت آسانی سے عقل آ جائے گی تب اسے تمہاری قدر بھی ہو گی سو ہم اپنے اکلوتے سالے کا مشورہ مان گئے اور خالی گاڑی کا ایکسیڈنٹ کروا دیا، ویسے یار یہ جو چھ ماہ تم نے میرا سوگ منایا ہے، ماتم کیا ہے اور اتنے آنسو بھی بہائے ہیں کیا پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے میری لاش دیکھی تھی؟'' آخر میں وہ شرارت سے بولا اور حبہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

''وہ...... وہ سب تو کہہ رہے تھے گاڑی دریا میں گری ہے اور لاش نہیں مل رہی اور......'' حبہ کو کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔

یکدم اس کے حصار سے نکلی مگر جب نے اسی رفتار سے اسے دوبارہ جکڑ لیا تھا۔

''چھوڑو...... مجھے جھوٹے فریبی...... دھوکے باز...... تمہیں میرا ذرا بھی خیال نہیں آیا...... تمہیں احساس تک نہیں ہوا کہ اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو؟'' وہ یکدم روہانسی ہو گئی اور غصے سے لڑتی جھگڑتی اس کے سینے پہ مکوں کی برسات کر چکی تھی اور وہ قہقہے لگاتا بہت آرام سے اس کی یہ پیار بھری مار کھا رہا تھا۔

⊛......⊛......⊛

آج ردا کا نکاح آفاق کے ساتھ انجام پا گیا تھا لیکن اس نکاح میں اس کے ماں باپ شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ زندگی بھر اسے دیکھنا نہیں چاہتے تھے اور یہی اس کی عمر بھر کے لئے سزا تھی وہ اپنوں کے ہوتے ہوئے بھی ان کی اپنائیت سے محروم تھی اور اسے اب ہمیشہ یونہی محروم ہی رہنا تھا اس نے ایک وقتی خواہش اور وقتی جذبات کے آگے ماں باپ کی عزت روندی تھی باپ کی گردن جھکائی تھی۔ ماں کی تربیت کو داغ لگایا تھا تو بدلے میں یہ سزا یہ محرومی تو پانا ہی تھی نہ وہ ان کے دکھ سکھ میں شریک ہو سکتی تھی اور نہ اپنے دکھ درد میں شامل کر سکتی تھی کیونکہ اس جیسی کمزور کردار کی لڑکیوں کے ساتھ ایسا ہی

ہونا چاہئے تھا جس طرح اس نے ماں باپ کو غیر اہم کیا تھا اسی طرح انصر نیاز اسے غیر اہم کر کے پھینک گیا تھا وہ سب کی نظروں میں گری بھی تھی اور عمر بھر کا داغ بھی لگا چکی تھی ایسا داغ جسے وہ مرنے کے بعد بھی نہیں دھو سکتی تھی البتہ اس کے برعکس حبہ سرخرو تھی اپنے شوہر کے سامنے بھی اور اپنے ماں باپ کی نظروں میں بھی اس کی ذات معتبر تھی اس کے لئے ہر آنکھ میں عزت تھی احترام تھا وہ اپنے سسرال اور میکے دونوں میں راج کر رہی تھی ہر کوئی اس کے دکھ پہ دکھی ہوتا تھا اور اس کی خوشی میں خوش ہوتا تھا اس کے لئے دعاؤں کا سایہ تنا ہوا تھا۔ اور ردا کے لئے کسی بھی زبان پہ دعا نہیں تھی کیونکہ ایسی لڑکیوں کے مقدر میں ایسے ہی انجام لکھے جاتے تھے...... جن میں عمر بھر کا پچھتاوا اور قبر تک جانے والا سیاہ داغ ہوتا ہے......

جس کے بعد لوگ انہیں گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کے نام سے جانتے اور پہچانتے تھے لیکن حبہ جیسی باکردار اور باعزت لڑکی کے لئے گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کا لقب پانا موت کے مترادف تھا اسی لئے وہ سربلند کئے جی رہی تھی اور ردا جیتے جی مر چکی تھی، کیونکہ وہ گنہگار تھی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام آپکو تمام ڈائجسٹ ناولز اور عمران سیریز بالکل مفت پڑھنے کے ساتھ ڈائریکٹ ڈاؤنلوڈ لنک کے ساتھ ڈاؤنلوڈ کرنے کی سہولت دیتا ہے۔ اب آپ کسی بھی ناول پر بننے والا ڈرامہ آنلائن دیکھنے کے ساتھ ڈائریکٹ ڈاؤنلوڈ لنک سے ڈاؤنلوڈ بھی کر سکتے ہیں۔
For more details kindly visit
http://www.paksociety.com